شعبہ اردو ممبئی یونیورسٹی

اردو میں چند اہم نعت گو شعراء کا تنقیدی جائزہ

مقالہ برائے ایم۔اے۔اردو

مقالہ نگار

شمسی محمد حید ر محمد فہیم

نگراں

ڈاکٹر مزمل سرکھوت

اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ اردو ممبئی یونیورسٹی

کالینا سانتا کروز (ایسٹ) ممبئی ۹۸

تعلیمی سال ۲۰۲۱ء - ۲۰۲۲ء

فہرست

پیش لفظ

زیرِنظر مقالہ ''اردو میں چند اہم نعت گو شعراء کا تنقیدی جائزہ'' برائے ایم.اے. ڈگری لکھا گیا ہے۔ یہ مقالہ چار ابواب پر منحصر ہے پہلے باب میں نعتیہ شاعری کا پس منظر بیان کیا گیا ہے۔اس باب میں نعت کے فن پر طائرانہ نگاہ ڈالی گئی ہے بعدازاں عہدِ نبوی میں نعت گوئی کا جائزہ لیا گیا ہے۔

دوسرے باب میں اردو میں نعت گوئی کی روایت کا ذکر کیا گیا ہے۔اس باب میں اردو میں نعت گوئی کے آغاز اور اردو میں نعت گوشعراء پر بحث کی گئی ہے۔ نیز اس میں قدیم دور کے اردو نعت گوشعراء اور ان کے نعتیہ مخطوطات بھی درج کیے گئے ہیں۔

تیسرے باب میں اردو میں چند اہم نعت گوشعراء کا تنقیدی جائزہ لیا گیا ہے۔اس باب میں محسن کاکوروی، ،امیر مینائی، الطاف حسین حالی اور اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان، شعور اعظمی کی حیات اور ان کی نعت گوئی پر بحث کرنے کے ساتھ ساتھ نمونے کے طور پر ان کی نگارشات بھی شامل کی گئی ہیں۔ چوتھے باب میں مقالہ کا ماحصل بیان کیا گیا ہے۔

میں اپنے نگراں ڈاکٹر مزمل سرکھوت سر، صدر شعبۂ اردو ڈاکٹر عبداللہ امتیاز سر، ڈاکٹر قمر صدیقی سر اور سنمتر نوگھڑے سر کا تہہ دل سے ممنون و مشکور ہوں کہ انھوں نے نہ صرف میری مقالہ لکھنے میں حوصلہ افزائی کی بلکہ ہر طرح سے میری رہنمائی بھی کی۔ میں سب ٹیچرس کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں۔

حیدر شمسی

باب اول:

نعتیہ شاعری کا پس منظر

نعت کا فن

اردو شاعری میں نعت کا موضوع اپنے اندر بڑی دلکشی رکھتا ہے۔نعت گوئی میں عشقِ رسول اہم موضوع ہوتا ہے۔تاریخی اعتبار سے اردو میں نعت گوئی کی روایت نئی نہیں ہے۔یہ روایت اتنی ہی پرانی ہے جتنی کہ اردو شاعری۔

نعت عربی زبان کا لفظ ہے،اس کے لغوی معنی تعریف وتوصیف بیان کرنے کے ہیں۔اردو شاعری میں نعت کا فن ایک مستقل صنف سخن کی حیثیت نہیں رکھتا کیوں کہ نعت کی ہیئت متعین نہیں ہوتی۔اس کے موضوعات کو مختلف ہیئتوں میں برتا جاسکتا ہے۔قصیدہ،مثنوی،رباعی،غزل وغیرہ کسی بھی ہیئت میں نعت کہی جاسکتی ہے۔نعت گوئی نازک اور مشکل فن ہے۔ذراسی غلطی فن کار کی آخرت کو خطرے میں ڈال سکتی ہے۔اس فن میں شعر کہنے کے لیے صحیح العقیدہ ہونا لازم ہے۔

نعت گوئی کو شاعری کا نگینہ کہا جاتا ہے۔نعت کا فن بہ ظاہر جس قدر آسان نظر آتا ہے،بباطن اسی قدر مشکل ہے۔ناقدینِ ادب اس کو مشکل ترین صنفِ سخن شمار کرتے ہیں کیوں کہ ایک طرف وہ ذاتِ گرامی ہے،جس کی مدح خود رب العالمین نے کی ہے۔دوسری طرف زبان اور شاعری کے جمالیاتی تقاضے ہیں۔اس لیے نعت کا حق وہی ادا کرسکتا ہے،جو جذبۂ عشقِ رسول ﷺ سے سرشار ہو اور فنِ شاعری کی باریکیوں سے بھی واقف ہو۔ایک طرح سے یہی کہا جائے گا:

آتے ہیں غیب سے یہ مضامیں خیال میں

نعت گوئی عربی سے فارسی اور پھر اُردو زبان میں آئی،لیکن یہ حقیقت ہے کہ عربی کے بعد سب سے زیادہ

نعتیں اُردو میں لکھی گئی ہیں اور یہاں نعتوں کا بہت بڑا سرمایہ موجود ہے۔ اگرچہ بظاہر نعت گوئی آسان لگتی ہے، لیکن کہا جاتا ہے کہ اگر اللہ توفیق نہ دے، تو نعت کہنا انسان کے بس کا کام نہیں۔ حضرت شیخ سعدیؒ کا مشہور واقعہ ہے کہ اُنھوں نے مدحِ رسول ﷺ میں تین مصرعے کہے۔ کوشش کے باوجود چوتھا مصرعہ نہ ہوتا تھا اور سخت پریشان تھے۔ ایک شب انھیں خواب میں بشارت ہوئی۔ حضور سرورِ کائنات ﷺ بنفسِ نفیس موجود ہیں اور شیخ سعدیؒ سے فرماتے ہیں ''سعدیؔ تم نے تین مصرعے کہے ہیں، ذرا سناؤ''۔ شیخ سعدیؒ نے تینوں مصرعے سنائے اور خاموش ہو گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ مصرعہ بڑھا لو۔

''صلو علیہ و آلہ''

اور یوں حضرت شیخ سعدیؒ کی نعتیہ رباعی مکمل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے اس رباعی کو شرفِ قبولیت بخشا اور اس طرح شیخ سعدیؒ نعت گو شعرا میں ممتاز ہو گئے۔ اس رباعی کے چار مصرعے ہمیشہ توصیفِ مدحِ رسول ﷺ میں حوالے کے طور پر درج کیے جاتے ہیں۔

بلغ العلیٰ بکمالہ

کشف الدجیٰ بجمالہ

حسنت جمیع خصالہ

صلو علیہ و آلہ

(سعدیؒ شیرازی)

ترجمہ: حضرت محمد ﷺ اپنے کمال کی وجہ سے بلندیوں پر پہنچے اور انہوں نے اپنے جمال سے کفر و ضلالت کی تاریکیوں کو دور کیا۔ اُن کی تمام خصلتیں خوب ہیں۔ اُن پر اور اُن کی آل پر درود بھیجو۔

کچھ ناقدین کا کہنا ہے کہ جب نعتِ محمد ﷺ کی بات آتی ہے، تو پھر اس قطعے پر آ کر ختم ہو جاتی ہے:

يا صاحب الجمال و يا سيد البشر

من و جهك المنير لقد نور القمر

لا يمكن الثنا كما كان حقه

بعد از خدا بزرگ توئی قصه مختصر

(شاہ عبدالحق محدث دھلوی)

ترجمہ: اے صاحب الجمال ﷺ اور اے انسانوں کے سردار ﷺ۔آپ ﷺ کے رخِ انور سے چاند چمک اٹھا۔آپ ﷺ کی ثناء کا حق ادا کرنا ممکن ہی نہیں۔قصہ مختصر یہ ہے کہ خدا کے بعد آپ ﷺ ہی بزرگ ہیں۔

اگر نعت صرف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شعری مدح کو کہا جائے تو بھی عالم اسلام کا کوئی خطہ، کوئی ملک اور کوئی زبان ایسی نہیں جس میں شعر کی زبان میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف وتوصیف نہ کی گئی ہو۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس دنیا میں ظہور فرمانے سے کوئی ایک ہزار سال پہلے یمن کے بادشاہ تبان اسعد بن کلیکرب نے سب سے پہلے نعت کے اشعار کہے پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بزرگوں میں سے حضرت کعب بن لوی (حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت سے 560 سال قبل) کے نعتیہ اشعار ملتے ہیں۔آپ کے دنیا میں تشریف لانے پر آپ کے دادا حضرت عبدالمطلب نے ثنائے محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں اشعار کہے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالی عنہا کے سپرد کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا نے آپ کی تعریف میں شعر کہے۔اسی طرح خواتین میں پہلی نعت گو سیدہ آمنہ ہیں۔حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالی عنہا اور ان کی بیٹی شیما بنت حارث بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں اشعار پڑھا کرتی تھی۔بعثت کے بعد ورقہ بن نوفل نے پہلا باقاعدہ نعتیہ قصیدہ کہا۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ و

سلم کے مدینہ منورہ تشریف لانے پر بنونجار کی بچیوں نے سب سے پہلے نعتیہ اشعار طلع البدر علینا پڑھے جو آج بھی زبانِ زدِ خاص و عام ہیں۔

طَلَعَ البَدْرُ عَلَیْنَا

مِن ثَنِیَّاتِ الوَدَاع

وَجَبَ الشُّکْرُ عَلَیْنَا

مَا دَعَی لِلَّہِ دَاع

ترجمہ: ہم پر وداع کی گھاٹیوں سے چودھویں رات کا چاند طلوع ہو گیا (یعنی حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم مدینہ منّورہ میں تشریف لے آئے)۔ ہم پر (خدا کا) شکر لازم ہے جب تک اللہ کو پکارنے (دعا کرنے) والا کوئی بھی اُسے پکارتا رہے۔ (یعنی اس احسانِ عظیم پر واجب ہے کہ ہم ابدالآباد تک خدا کا شکر ادا کرتے رہیں۔)

نعت گوئی میں احتیاط

نعت گوئی کو ایک مشکل فن قرار دیا گیا۔ عمومی طور پر اسے تیز دھار تلوار پر چلنے سے تشبیہہ دی جاتی ہے۔ کیونکہ یہ معاملہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہستی کا ہے جو انسانوں میں سب سے زیادہ قابلِ تعظیم ہیں۔

ادب گا ہیست زیرِ آسماں از عرش نازک تر

نفس گم کردہ می آید جنیدؒ و با یزیدؒ ایں جا

(عزت بخاری)

ترجمہ: آسمان کے نیچے ایک ایسی ادب گاہ (گنبدِ خضریٰ) ہے جو عرش سے بھی زیادہ نازک ہے۔ جہاں جنید بغدادیؒ اور بایزید بسطامیؒ جیسے لوگ بھی سانس روک کر آتے ہیں (یعنی ادب سے اونچا سانس نہیں لیتے۔)

ڈاکٹر فرمان فتح پوری اس حوالے سے فرماتے ہیں کہ:

’’نعت کا موضوع ہماری زندگی کا ایک نہایت عظیم اور وسیع موضوع ہے اس کی عظمت و وسعت ایک طرف عبد سے اور دوسری طرف معبود سے ملتی ہے۔ شاعر کے پائے فکر میں ذرا سی لغزش ہوئی اور وہ نعت کے بجائے گیا حمد و منقبت کی سرحدوں میں! اس لیے اس موضوع کو ہاتھ لگانا اتنا آسان نہیں جتنا عام طور پر سمجھا جاتا ہے۔ حقیقتاً نعت کا راستہ بال سے زیادہ باریک اور تلوار کی دھار سے زیادہ تیز ہے۔‘‘ [1]

عہدِ نبوی میں نعت گوئی

صحابہ کرام عشق و محبت کا سرچشمہ تھے تو نعت گوئی کے چشمے کیوں نہ پھوٹتے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ نعت کا لفظ سب سے پہلے حضرت علی کرم اللہ وجہ نے استعمال کیا تھا۔

حافظ ابن البر رضی اللہ تعالی عنہ نے 120 مداح گو صحابہ کے نام اور حافظ ابن سید الناس رحمۃ اللہ علیہ نے 200 نعت گو صحابہ کے نام لکھے ہیں۔ علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی رحمۃ اللہ علیہ نے چار ضخیم جلدوں میں عربی نعتوں کا انتخاب کیا تھا جن میں 34 صحابہ کرام کے 461 اشعار ہیں۔ عربی نعت کے اس انتخاب میں صحابہ کے علاوہ 24635 اشعار بعد کے شعراء ادب کے ہیں۔ ڈاکٹر طاہر القادری کی تحقیق کے مطابق کم از کم 35 صحابہ و صحابیات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت خوانی کرتے تھے۔ ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی (فیصل آباد) نے برصغیر پاک و ہند کے عربی نعت گو شاعروں پر پی ایچ ڈی کے لئے مقالہ لکھا جو ایک ہزار صفحات پر مشتمل ہے اور لاہور سے شائع ہوا۔ عرب ممالک میں دوسری دنیا کی طرح اب تک نعت گوئی جاری ہے۔

حضور ﷺ کے خاندان میں آپ ﷺ کے چچا ابو طالب اور آپ ﷺ کے چچا زاد بھائی، حضرت علیؓ ابن ابی طالب، دونوں صاحب دیوان شاعر ہیں جو کہ طبع شدہ ہیں۔ دیوان ابو طالب اور دیوان علیؓ عربوں ہی میں نہیں بلکہ عجم میں بھی معروف ہے اور پاک و ہند میں ان کے تراجم بھی ہو چکے ہیں۔ یہ اعزاز خاندان بنو ہاشم (قبیلہ

قریش) کے سوا کسی اور خاندان عرب یا قبیلہ کو حاصل نہیں کہ باپ، بیٹے دونوں صاحب دیوان شاعر ہوئے ہوں۔

درج ذیل نام اُن صحابہ کرام کے ہیں، جنہیں نہ صرف حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت پڑھنے کا شرف حاصل ہوا بلکہ کئی روایات سے یہ ثابت ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود کئی بار ان اصحاب سے نعت سماعت فرمائی۔

۱۔ حسان بن ثابت

قصیدہ

اردو ترجمہ:

میرے آقا میرے مولا، میرے آقا میرے مولا

محمد رسول اللہ، محمد رسول اللہ

جہاں میں ان سا چہرہ ہے نہ ہے خندہ جبیں کوئی

ابھی تک جن سکیں نہ عورتیں ان سا حسین کوئی

نہیں رکھی ہے قدرت نے میرے آقا کی تجھ میں

جو چاہا آپ نے مولا وہ رکھا ہے سبھی تجھ میں

میرے آقا میرے مولا، میرے آقا میرے مولا

محمد رسول اللہ، محمد رسول اللہ

بدی کا دور تھا ہر سو جہالت کی گھٹائیں تھیں

گناہ و جرم سے چاروں طرف پھیلی ہوائیں تھیں

۲۔ اسود بن سریع

۳۔ عبداللہ بن رواحہ

۴۔ عامر بن اکوع

۵۔ عباس بن عبدالمطلب

۶۔ کعب بن زہیر

۷۔ نابغہ جعدی

صوفیا نعت گو شعراء

دورِ صحابہ سے لے کر آج کے دور تک جہاں صحابہ کرام اور علما نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعتوں کی روایت کو فروغ دیا، وہیں اولیاء اللہ نے بھی اسلام کی ترویج و اشاعت کے ساتھ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عشق کو ایمان کی تکمیل کے لیے ناگزیر قرار دیا اور عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حصول کے لیے نعت خوانی کو سب سے بہتر ذریعہ قرار دیا۔ تمام تر سلاسلِ تصوف میں محافلِ نعت خوانی کو خصوصی مقام حاصل ہے۔ ایسی ہی برگزیدہ ہستیوں کے نام درج ذیل میں جنھوں نے نہ صرف نعت خوانی کو فروغ دیا بلکہ خود بھی نعت گوئی کی:

۱۔ شیخ سیدنا عبدالقادر جیلانی

تا ابد یا رب ز تو من لطفہا دارم امید
از تو گر امید ببرم از کجا دارم امید

ہم فقیرم، ہم غریبم، بے کس و بیمار ناتواں
یک قدح زاں شربتِ دارلشفاء، دارم امید

۲۔ بابا فریدالدین گنج شکر

۳۔ سلطان باہو

۴۔ بابا بلھے شاہ

۵۔ خواجہ نظام الدین اولیاء

۶۔ امیر خسرو

۷۔ خواجہ عثمان ہارونی

۸۔ مخدوم علاؤالدین علی احمد صابر کلیری

۹۔ شاہ اکبر داناپوری

۱۰۔ پیر مہر علی شاہ

برصغیر میں پہلے پہل صوفیا و مشائخ نے تبلیغِ دین کا فرض ادا کیا۔ان کے ہاں رسولِ اکرم ﷺ سے بے انتہا عقیدت پائی جاتی تھی اور ایامِ ولادتِ رسولِ اکرم ﷺ کے موقع پر محافلِ میلاد کا انعقاد ایک بہت بڑا دینی فریضہ سمجھا جاتا تھا۔فارسی بطور سرکاری زبان رائج تھی۔بیشتر صوفیا خود قادرالکلام شاعر تھے۔لہٰذا سماع کی محافل میں اپنے کلام پیش کرتے۔نظام الدین اولیاءؒ کے چہیتے مرید امیر خسرو نے یہ اجتہاد کیا کہ ہندی زبان میں مذہبی کلام کہا اور اسے عوام الناس میں رواج دیا۔

حواشی و حوالہ جات

۱۔ نعت گوئی۔ڈاکٹر فرمان فتح پوری، نقوش:رسول نمبر، لاہور، ج10،ص25

باب دوم:
اردو میں نعت گوئی کی روایت

اردو میں نعت گوئی کا آغاز

اُردو میں شاعری کی ابتدا دکن سے ہوئی۔ دکنی مثنویوں میں فارسی مثنویوں کی طرح حمد کے بعد نعتیہ اشعار ملتے ہیں۔ ان اشعار کو مثنوی سے الگ کرلیا جائے، تو بعض اوقات اعلیٰ درجے کی نعتیں ہمیں متحیر کر دیتی ہیں۔ مثلاً زبان کی قدامت کے باوجود وجہی کی ''قطب مشتری'' کے نعتیہ اشعار نہایت عمدہ ہیں اور صنفِ نعت کے جملہ تقاضے پورے کرتے ہیں۔ دکن کے بعد دہلی اور لکھنو کے مثنوی نگار بھی اس روایت پر عمل پیرا ہونے کو فرض کی طرح ادا کرتے رہے۔ اسی لیے قلی قطب شاہ اور محمد شاہ کو اُردو کے اولین نعت گو شاعر ہونے کا فخر حاصل ہے۔ اُن کے کلام کا خاصا حصّہ نعتِ رسول ﷺ پر مشتمل ہے۔ اسی لیے ولی دکنی کے دَور سے لے کر عہد جدید کے شعرا تک نعت گوئی کا سلسلہ برابر قائم ہے اور اُردو کا ہر شاعر نعت کہنا اپنے لیے باعث سعادت تصور کرتا ہے۔ اُردو نعت گوئی میں مولانا الطاف حسین حالی، علامہ اقبال، امیر مینائی، مولانا ظفر علی خاں، بہزاد لکھنوی، حفیظ جالندھری، ماہر القادری جیسے نام ہیں، جو معتبر اور معروف ہوئے۔ دَور حاضر میں بھی نعتیہ شعرا کی بہت بڑی تعداد موجود ہے۔ ریاض مجید نے نعت کو نیا رنگ و آہنگ دیا ہے اور نئی لفظیات سے آراستہ کیا۔ ہندوستان کے اُردو اور فارسی شعرا میں نہ صرف مسلمان بلکہ اہل ِ ہنود نے بھی نعتیں لکھی ہیں۔ اُن میں کئی تو ایسے ہیں، جن کے نعتیہ کلام کے دواوین بھی موجود ہیں۔

اردو نعت گو شعراء

خواجہ الطاف حسین حالی اردو شاعری کے دور جدید کے اہم نعت گو شاعر کی حیثیت سے سامنے آتے ہیں جن سے اردو میں نعت گوئی کے ایک نئے دور کا آغاز ہوتا ہے۔ حالی کا نعتیہ کلام مقدار میں بہت کم ہے مگر معیار میں بہت اعلیٰ ہے۔ ان کے علاوہ جن شعراء نے اس فن میں طبع آزمائی کی ہے ان میں مشہور ومقبول امیر مینائی، محسن

کاکوروی، اکبرالٰہ آبادی، شبلی نعمانی، جگر مرادآبادی، علامہ اقبال، فراق گورکھپوری، جوش ملیح آبادی، سیماب اکبر آبادی، داغ دہلوی، اصغر گونڈوی، فانی بدایونی، عمر خیام، آتش، ناسخ، شکیل بدایونی، حفیظ جالندھری، حسن رضا بریلوی، شکیل بدایونی، فیض احمد فیض، بیدم وارثی، ساحرلدھیانوی، حسرت موہانی، مولانا احمد رضا خاں بریلوی، قتیل شفائی، شعورِ اعظمی کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

قدیم دور کے اردو نعت گو شعراء اور ان کے نعتیہ مخطوطات

حضرت خواجہ بندہ نواز گیسودرازؒ

حضرت خواجہ بندہ نواز گیسودرازؒ کا اصل نام سید محمد حسینی تھا۔ وہ ایک صوفی بزرگ تھے۔ ان کی پیدائش 7/ اگست 1321ء اور وفات 1/ نومبر 1422ء کو ہوئی۔ ان کا روحانی تعلق تصوف کے سلسلہ چشتیہ سے تھا۔ ان کا آستانہ اور مزار شہر گلبرگہ میں ہے۔ آپ حضرت شیخ نصیرالدین چراغ دہلی کے سجادہ نشین تھے۔ آپ کا خاندانی شجرہ امام حسین سے ہوتے ہوئے حضرت علی سے ملتا ہے۔ حضرت بندہ نواز سید یوسف حسینی عرف سید راجا کے گھرانہ میں پیدا ہوئے۔ پندرہ سال کی عمر میں خواجہ صاحب نے حضرت نصیرالدین چراغ دہلوی سے بیعت کی۔ یہ 736 ہجری کی بات ہے۔ انیس سال کی عمر میں شرعی علوم سے فارغ ہوئے۔ آپ نے علوم باطن کے لیے زبردست ریاضت کی۔ حضرت چراغ دہلوی نے انتقال کے وقت سید گیسودرازؒ کو اپنا جانشین منتخب کیا۔ جب آپ گلبرگہ تشریف لائے تو سلطان فیروز شاہ نے اپنے خاندان والوں، امیروں اور دربار کے علما اور شاہی لشکر کے ساتھ شہر کے باہر آپ کا استقبال کیا۔ اور چشتیہ طریقے کو جنوبی ہند میں متعارف کروایا۔

نصیرالدین ہاشمی نے قدیم دکنی شعراء کا ذکر کرتے ہوئے ''دکن کا پہلا شاعر اور نظم کی ابتدا'' کے زیرِ عنوان لکھا:

''موجودہ تحقیقات کے لحاظ سے خواجہ بندہ نواز سید محمد حسینی گیسودرازؒ (متوفی ۸۲۵ھ)

دکن کے پہلے شاعر قرار پاتے ہیں۔''(۱)

حضرت گیسو درازؒ اردو کے پہلے نعت گو شاعر ہیں۔ مولوی عبدالحق کی کتاب ''اردو کی ابتدائی نشو ونما میں صوفیائے کرام کا کام'' میں نعت کے چند اشعار دیئے ہیں۔ پروفیسر آغا حیدر حسن کی مملوکہ بیاض میں بھی حسب ذیل نعتیہ اشعار ملتے ہیں اور وہ یوں ہے:

اے محمدؐ ہجلو جم جم جلوہ تیرا
ذات تجلّی ہوے گی سیس سپور نہ سیہرا

واحد اپی آپ تھا' اپیں آپ نجھایا
پر گٹ جلوے کار نے الف میم ہو آیا

لولاک لما خلقت الافلاک خالق پالائے
فاضل افضل جتنے مرسل ساجد سجود ہو آئے

فخر الدین نظامی

فخر الدین نظامی کی مثنوی کدم راؤ پدم راؤ کو اردو کی پہلی تصنیف ہونے کا شرف حاصل ہے۔ یہ اردو کی پہلی مثنوی ہے۔ نظامی نے یہ مثنوی بہمنی خاندان کے مشہور فرمان روا احمد شاہ ولی بہمنی کے عہد حکومت ۱۴۲۱ء سے ۱۴۳۵ء میں لکھی۔ نظامی نے مثنوی کا آغاز حمد سے کیا ہے۔ حمد کے بعد نعت رسول اللہ ﷺ ہے جو بائیس ابیات پر مشتمل ہے۔ نظامی کی زبان نہایت کٹھن اور مغلق ہے۔

تُہیں ایک ساچا گُسائیں امر
سرے دوے تیں جگ توڑ آد کر

امولک مکٹ سیس سنسار کا
کرے کام نردھار کرتار کا

محمد ﷺ جرم آد بنیاد نور
دوے جگ سرے دے پرساد نور

نبی بیر ین دند کیتا بنار
انگل ہت کر چند کیتا دو پھاڑ

خدا سنوریا مصطفیٰ سنوریا
خدا باصفا مصطفیٰ سنوریا

محمد قلی قطب شاہ

محمد قلی قطب شاہ جنوبی ہند کے گولکنڈہ کے قطب شاہی خاندان کے سب سے ممتاز بادشاہ تھے۔ وہ 1565ء میں پیدا ہوئے تھے اور 1580ء میں اپنے والد ابراہیم قلی قطب شاہ کی وفات پر تخت نشین ہوئے تھے۔ انہوں نے اپنی محبوبہ بھاگ متی کے نام پر ایک شہر بھاگ نگر آباد کیا مگر کچھ ہی عرصے بعد انہوں نے حضرت علیؓ کے نام

پر اس شہر کا نام حیدر آباد رکھ دیا۔ محمد قلی قطب شاہ کو فنِ تعمیر سے خاص دلچسپی تھی اور انہوں نے حیدر آباد میں کئی مشہور عمارتیں تعمیر کروائیں۔

وہ فارسی، دکنی، تلنگی اور اردو زبان میں شاعری کرتے تھے۔ انہیں اردو کا پہلا صاحب دیوان شاعر تسلیم کیا جاتا ہے ان کے دیوان کو ان کی وفات کے بعد ان کے بھتیجے اور جانشین سلطان محمد قطب شاہ نے مرتب کیا تھا اور اسے 1941ء میں ڈاکٹر محی الدین زور نے جدید ترتیب کے ساتھ شائع کیا تھا۔ محمد قلی قطب شاہ کے کلیات میں عید میلاد النبی پر چھ، بعثت نبی پر پانچ، شب معراج پر ایک نظم اور پانچ نعتیہ غزلیں اور نعتیہ رباعیاں ملتی ہیں۔ اردو کے پہلے صاحب دیوان شاعر محمد قلی قطب شاہ کا انتقال 21 جنوری 1611ء میں ہوا تھا۔

رعایا کا دل جیتنے کی خاطر اس دور میں سلاطین جس طرح وسیع المشربی کا اظہار کرتے تھے اسی طرح محمد قلی قطب شاہ نے بھی سنی شیعہ عقائد کا یکساں لحاظ رکھا۔ اور اپنی شاعری میں مذہب اسلام کی تمام تہذیبی روایات کی عکاسی کی۔ اردو کے اکثر شعراء نے اپنے دیوان کے آغاز میں حمد و نعت رکھی ہے۔ یہ مسلمانوں کی تربیت رہی ہے کہ اللہ نے انہیں جو نعمتیں دی ہیں اس کے اظہار کے لئے اپنے خالق کی تعریف بیان کی جائے۔ اور اس کے ساتھ پیغمبر اسلام کی مدح سرائی کی جائے۔ تاکہ عبدیت اور عشق نبی ﷺ کا بھرپور اظہار ہو۔

نعت کے اشعار میں محمد قلی قطب شاہ نے کھل کر پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی تعریف کی ہے۔ ملاحظہ ہو نعت کے چند اشعار:

نعت:

تج مکھ اجت کی جوت تھے عالم دیپن ہارا ہوا

تج دین تھے اسلام لے مومن جگت سارا ہوا

یک لک اسی پیغمبران اپجے جگت میانے ولے
تج پر نبوت ہے ختم سب تھے توں ہی پیارا ہوا

اسم محمد تھے اہے جگ میں سو خاقانی مجھے
بندہ نبی کا جم رہے سہتی ہے سلطانی مجھے

چاند سورج روشنی پایا تمارے نور تھے
آب کوثر کوں شرف تھڈی کے پانی پور تھے

دیا بندے کوں حق نبی کا خطاب
حکم دے دیا نور جوں ماہتاب

محمد قلی قطب شاہ نے ان نعتیہ اشعار میں نعت گوئی کے آداب کا پاس ولحاظ رکھا۔اور سیرت پاک ﷺ کے مختلف گوشوں کی طرف اشارے کیے ہیں اور آپ ﷺ کی عظمت اور بڑائی بیان کی۔

محمد قلی قطب شاہ کی مذہبی شاعری کا ایک اہم حصہ میلاد النبی ﷺ کے عنوان سے کہی گئی نظموں کا ہے۔ شاعر کے اس موضوع پر اظہار خیال سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس زمانے میں بھی مسلمانوں میں میلاد النبی ﷺ کو عید کے طور پر منانے کا چلن تھا جو کہ اہل سنت مسلمانوں کا خاص وطیرہ ہے کہ وہ اپنے نبی کی بعثت کے دن پر خوشیوں کا اظہار کرتے ہیں۔میلاد النبی ﷺ کے موضوع پر محمد قلی کے منتخب اشعار ملاحظہ ہوں۔

میلاد النبی ﷺ:

فرشتے سرگ سا تو کوں ستاریاں سوں سنوارنے ہیں

شہ دنیاء دیں کے تیئں عرش کرسی سنگارے ہیں

مگر مولود ہے شکا عرش اوپر طبل کاجے

مراداں پاؤنے سارے جگت ہاتاں پسارے ہیں

خوشیاں تھے جگ سماتے نیں سو اپنے پیرہن میانے

ترہ جگ آپنا تن من شہنشہ پر پسارے ہیں

ان اشعار سے اندازہ ہوتا ہے کہ دکن میں میلاد النبی ﷺ کی عید عوام اور بادشاہ سب بڑے اہتمام سے مناتے تھے۔ محمد قلی قطب شاہ کے تقریباً تمام مقطعوں میں نبی کے صدقے کا ذکر ملتا ہے۔ اس طرح انھوں نے اپنی شاعری اور فن کو نبی کا صدقہ قرار دیا ہے جو محمد قلی جیسے شاعر کے مزاج کے دوسرے رخ کو ظاہر کرتا ہے۔ اور بہ یک وقت حسن پرست، عیش پرست، شاعر اور حکمران ہونے کے باوجود مذہبی طور پر خدا سے مدد چاہنے والا اور نبی کے صدقے اپنی زندگی کے کام بنانے پر یقین رکھنے والے شاعر کے طور پر سامنے آتا ہے۔ محمد قلی قطب شاہ کی شخصیت اور شاعری کے یہ دو متضاد پہلو اسے ہمہ مزاج شخص کے طور پر پیش کرتے ہیں۔

ملاوجہی

دبستان گولکنڈہ کی دوسری مثنوی سلطان محمد قلی قطب شاہ کے ملک الشعراء ملاوجہؔی کی تصنیف ''قطب مشتری'' ہے۔ یہ گولکنڈہ کی پہلی طبع زاد مثنوی ہے۔ وجہی نے شہزادہ قطب اور بنگال کی شہزادی مشتری کے عشق کی داستان بیان کی ہے۔حمد اور مناجات کے بعد نعت کا عنوان ہے جس کے تحت ۶۲/اشعار ہیں۔ وجہؔی کی زبان نسبتاً صاف ہے۔ یہ اشعار آسانی سے سمجھ میں آتے ہیں۔

محمد نبی نانوں تیرا اہے
عرش کے اُپر چھانو تیرا اہے
کہ چودہ مُلک کا توں سلطان ہے
علی سا تیرے گھر میں پردھان ہے
اسی ہور یک لاک پیغمبرے
ولے مرتبا کوئی تیرا نہ پائے
چھپیا نور سب کا ترے انگے
کہ جیوں تارے چھپتے اہے سوراَنگے

ملاغواصی

دبستان گولکنڈہ میں ملا وجہی کا خورد معاصر ملاغواصؔی تھا۔ وہ قطب شاہی خاندان کے ساتویں فرمان روا سلطان عبداللہ قطب شاہ کا ملک الشعراء تھا۔ ان کی تین تصانیف یادگار ہیں۔مثنوی سیف الملوک و بدیع الجمال، طوطی نامہ اور مینا ستونتی۔ تینوں مثنویوں میں غواصی نے مثنوی کے اجزائے ترکیبی کا لحاظ رکھا ہے۔یعنی ہر مثنوی میں حمد،نعت اور منقبت موجود ہیں۔اس مقالے میں ہم سیف الملوک و بدیع الجمال کے نعتیہ اشعار کا ذکر کرتے ہیں

جو کہ مندرجہ ذیل ہیں۔ غواصی کی زبان صاف ہے۔ اس میں ہندوستانی بولیوں کے الفاظ کم سے کم ہیں۔

سچا تو ں محمدؐ سچا مصطفیٰ
سچا ہے توں احمد سچا مرتضیٰ

توں طٰہٰ توں یٰسین توں ابطحی
توں امی توں مکی توں مرسل سہی

نہُیں ہاشمی ہور قریشی رسول
جکچ توں کہے سو کرے رب قبول

توں قائم توں حجت توں حافظ سچا
توں شافع توں سابق توں واعظ سچا

ابن نشاطی

ابن نشاطی سلطان عبداللہ قطب شاہ کے عہد کا ایک اہم مثنوی نگار شاعر تھا انھوں نے احمد حسن دبیر عید روسی کی تصنیف بساتین الانس کا دکنی میں منظوم ترجمہ کیا۔ انھوں نے اس مثنوی کا نام پھول بن رکھا۔ پھول بن ایک داستانی مثنوی ہے۔ اس میں ابن نشاطی نے حمد اور مناجات کے بعد نعت کا باب رکھا ہے۔ ان کے چند نعتیہ اشعار ملاحظہ ہوں:

نبیؐ توں پاک تیرا پاک دیں ہے
سچا توں رحمت اللعالمین ہے

اگر ہوتا نہ تو، آدم نہ ہوتا
نہ آدم بلکہ یو عالم نہ ہوتا

شریعت کا سٹیا آواز جگ میں
طریقت کوں کیا توں تازہ جگ میں

حقیقت تجہ سوں ہے حق کا ہویدا
خدا کا معرفت تجہ سوں ہے پیدا

حواشی

۱۔ نصیرالدین ہاشمی، دکن میں اردو، قومی کونسل، نئی دہلی، ۲۰۰۲ء ص ۴۲

باب سوم:

اردو میں چند اہم نعت گو شعراء کا تنقیدی جائزہ

محسن کاکوروی کی حیات اوران کی نعت گوئی

آپ کا نام مولوی سید محمد محسنؔ کاکوروی اور محسنؔ تخلص تھا۔آپ کے والد کا اسم گرامی حسن بخش اور دادا کا نام حسین بخش تھا۔سید محمد محسن کاکوروی کو''حسانِ وقت'' کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا۔محسن کاکوروی نعتیہ ادب کا اوّلین ستون ہیں۔ان کی پیدائش 1242ھ 1825ء میں اودھ کے قصبے کاکوری میں ہوئی۔باپ اور دادا کی آغوش میں تربیت پائی۔مولوی عبدالرحیم سے تحصیل علم کی۔ہادی علی اشک کے شاگرد تھے۔امیر مینائی سے بھی مشورہ سخن کیا۔علوم متداولہ کے حصول کے بعد انگریزی تعلیم حاصل کی اور عدالتی کاموں میں مشغول ہوگئے۔بعد ازاں وکالت کا امتحان پاس کیا اور آگرہ میں پریکٹس کرتے رہے۔

محسن کاکوروی کے حالات زندگی

آپ کا تعلق ایک ذی علم گھرانے سے تھا۔اجداد میں ایک بزرگ عبدالمجید کو آستانۂ رسول اللہ کی دربانی کا شرف حاصل تھا(بحوالہ شجاعت علی سندیلوی۔حرف ادب ص 139)والد مولوی حسن بخش صاحب علم وفضل تھے۔آپ کی کتاب" تفریح الاذکیا فی احوال الانبیاء" شائع ہوکر مقبول ہوچکی ہے۔اس میں حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ تک تمام انبیاء ورسل کے حالات تفصیل سے درج ہیں۔انہیں شاعری سے بھی دلچسپی تھی۔سید محسن کی ابتدائی تعلیم اپنے جدِ امجد مولوی حسین بخش شہید کی نگرانی میں کاکوری میں ہوئی۔ان کی شہادت کے بعد والد کے پاس مین پوری چلے آئے جہاں والد اور مولوی عبدالرحیم سے تحصیل علم میں مصروف رہے۔تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد چند روز مین پوری میں عہدۂ نظارت پر کام کیا۔اس کے بعد وکالت کے امتحان میں کامیابی

حاصل کی اور صدر دیوانی آگرہ میں وکیل ہو گئے۔ اپنی قابلیت اور صلاحیت سے اس پیشے میں کافی شہرت حاصل کی۔ 1857ء کے غدر کے بعد آگرے سے اپنے وطنِ ثانی مین پوری منتقل ہو گئے اور وہیں مستقل قیام کر کے وکالت کے آزاد پیشے سے وابستہ رہے۔ انتقال سے تین سال پہلے وکالت کا پیشہ ترک کر کے گوشہ نشینی اختیار کر لی تھی۔ ۱۴/ اپریل ۱۹۰۵ء کو اسہال کبدی جیسے مرض میں مبتلا ہو گئے اور آخر کار پیر کے روز ۱۸/صفر المظفر ۱۳۲۳ھ مطابق ۲۴/ اپریل ۱۹۰۵ء کو اس دارِ فانی سے کوچ کر گئے۔ والد کے مزار کے قریب دفن ہوئے۔

محسن کاکوروی کی نعتیہ شاعری

نعت گوئی

محسن کاکوروی نے ابتداء میں غزلیں قصیدے اور مثنویاں لکھیں۔ اس کے بعد ساری عمر نعت گوئی کی اور نعت کے سوا کچھ نہیں لکھا۔ محسن کاکوروی اُردو کے اوّلین عظیم شاعر ہیں جن کی شاعری کا موضوع نعت ہے۔ محسنؔ کا قصیدہ سراپائے رسول'' بھی کافی مقبولیت رکھتا ہے۔ محسنؔ نے قصائد کے علاوہ کئی مذہبی مثنویاں بھی لکھیں۔ آپ کا کلام مختلف جامعات کے نصاب میں شامل ہے۔ ان کے کلام کی خوبیوں کا ذکر کرتے ہوئے نور الحسن نقوی رقم طراز ہیں:

> ''محسن کاکوروی نے اپنی شعری صلاحیت کو صرف نعت کے فروغ کے لیے وقف کر دیا۔ کہا جاتا ہے کہ بچپن میں وہ خواب میں سرورِ کائنات ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوئے تھے۔ اس کے بعد عشقِ رسول ﷺ سے ایسے سرشار ہوئے کہ نعت گوئی کو ہی اوڑھنا بچھونا بنا لیا۔''

(تاریخِ ادب اردو، نور الحسن نقوی، ص۱۴۷، ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ، ۱۹۹۷ عیسوی)

تصنیفات

محسن کا کلیات نعت شائع ہو گیا ہے۔ مشہور قصیدہ "سمت کاشی سے چلا جانب متھرا بادل" ہے۔

۱۔ گلدستۂ کلام رحمت: (۱۲۵۸ھ) یہ ۵۱ اشعار پر مشتمل ایک نعتیہ قصیدہ ہے۔ جسے محسنؔ کاکوروی نے ۱۶ سال کی عمر میں لکھا۔

۲۔ ابیاتِ نعت: (۱۲۷۴ھ) اس قصیدے میں ۱۰۱ اشعار ہیں۔

۳۔ مدیح خیر المرسلین: (۱۲۹۳ھ) نعتیہ قصیدہ

۴۔ نظم دل افروز: (۱۳۱۸ھ) قصیدہ

۵۔ انیس آخرت: (۱۳۲۲ھ) قصیدہ۔

۶۔ مثنویات

۷۔ صبح تجلی

۸۔ فغانِ محسن

۹۔ چراغ کعبہ

۱۰۔ نگارستانِ الفت

۱۱۔ شفاعت ونجات

۱۲۔ اسرار معنی در عشق

۱۳۔ حلیہ مبارک سراپا رسول

۱۴۔ رباعیاں 1857ء کے دوران میں

عربی فارسی الفاظ کے استعمال کے ساتھ ساتھ آپ ہندی الفاظ بھی اس مہارت سے استعمال کرتے ہیں کہ بالکل غیر مانوس معلوم نہیں ہوتے۔

سمتِ کاشی سے چلا جانبِ مَتھُرا بادل
برق کے کاندھے پہ لاتی ہے صبا گنگا جَل

گھر میں اشنان کریں سرو قدانِ گوکل
جا کے جَمُنا پہ نہانا بھی ہے اِک طولِ اَمَل

خبر اُڑتی ہُوئی آئی ہے مہابن میں ابھی
کہ چلے آتے ہیں تیرَتھ کو ہَوا پر بادل

تہ و بالا کئے دیتے ہیں ہَوا کے جھونکے
بیڑے بھادوں کے نکلتے ہیں بھرے گنگا جَل

کبھی ڈُوبی کبھی اچھلی مہِ نَو کی کشتی
بحرِ اخضر میں طلاطم سے پڑی ہے ہلچل

شبِ دیجور اندھیرے میں ہے بادل کے نہاں
لیلیٰ محمل میں ہے ڈالے ہوئے منہ پر آنچل

کلام:-

سخن کو رتبہ ملا ہے مری زباں کیلئے
زباں ملی ہے مجھے نعت کے بیاں کیلئے

زمیں بنائی گئی کس کے آستاں کیلئے
کہ لا مکاں بھی اٹھا سر و قد مکاں کیلئے

ترے زمانے کے باعث زمیں کی رونق ہے
ملا زمین کو رتبہ ترے زماں کیلئے

کمال اپنا دیا تیرے بدر عارض کو
کلام اپنا اتارا تری زباں کیلئے

نبی ہے نار ترے دشمنوں کے جلنے کو
بہشت وقف ترے عیش جاوداں کیلئے

تھی خوش نصیبی عرش بریں شب معراج
کہ اپنے سر پہ قدم شاہ مرسلاں کیلئے

نہ دی کبھی ترے عارض کو مہر سے تشبیہ

رہا یہ داغ قیامت تک آسماں کیلئے

عجب نہیں جو کہے تیرے فرش کو کوئی عرش

کہ لا مکاں کا شرف ہے ترے مکاں کیلئے

خدا کے سامنے محسن پڑھوں گا وصف نبی ﷺ

سجے ہیں جھاڑ یہ باتوں کے لا مکاں کیلئے

گلِ خوش رنگ رسولِ مدنی و عربی

زیبِ دامانِ ادب، طرہِ دستار ازل

نہ کوئی اس کا مشابہ ہے ہمسر نہ نظیر

نہ کوئی اس کا مماثل نہ مقابل نہ بدل

اوجِ رفعت کا قمر، نخلِ دو عالم کا ثمر

بحرِ وحدت کا گُہر، چشمۂ کثرت کا کنول

مہرِ توحید کی ضُو، اوج شرف کا مہ نو
شمعِ ایجاد کی لو، بزم رِسالت کا کنول

مرجع روح امیں، زیب دہِ عرشِ بریں
حامی دینِ متیں، ناسخ ادیان و مِلل

ہفت اقلیم ولایت میں شہِ عالی جاہ
چار اطرافِ ہدایت میں نبی مُرسل

امیر مینائی کی حیات اوران کی نعت گوئی

آپ کا پورا نام امیر احمد امیؔر مینائی تھا۔امیرؔ تخلص تھا اور نسبت مینائی تھی۔۱۶رشعبان ۱۲۴۴ھ مطابق ۲۲ر فروری ۱۸۲۹ء بروز پیر لکھنؤ میں نواب نصیر الدین حیدر کے عہد میں پیدا ہوئے۔ان کے والد مولوی کرم تھے اور دادا مشہور بزرگ مخدوم شاہ مینا کے حقیقی بھائی تھے۔اسی مناسبت سے وہ مینائی کہلائے۔انھوں نے ابتدا میں مولوی مظفر علی مہونوی سے ابتدائی درسی کتابیں اور قرآن شریف کی تعلیم حاصل کی۔اپنے والد مولوی کرم مینائی سے بھی کچھ پڑھا لیکن والد کے انتقال کے بعد بڑے بھائی مفتی مولوی طالب حسن نے آپ کو عربی کی تعلیم دی۔پندرہ سال کی عمر میں منشی مظفر علی اسیر کے شاگرد ہو گئے جو اپنے زمانہ کے مشہور شاعر اور ماہر عروض تھے۔امیؔر مینائی کی عمر جب سولہ سال کی ہوئی تو انھوں نے مفتی سعداللہ صاحب مرادآبادی سے منطق وفلسفہ اور مولوی تراب علی لکھنوی سے علمِ ادب کی تعلیم پائی۔جب اٹھارہ سال کے ہوئے مفتی یوسف اور مولوی عبدالحکیم فرنگی محلی سے فقہ اور اصول فقہ کی تعلیم حاصل کر کے درسِ نظامیہ کا نصاب پورا کیا۔اس کے بعد آپ نے نواب محمد حسن خاں بریلوی سے طب پڑھی بعد ازاں علم جفر میں بھی مہارت حاصل کی۔

''محامد خاتم النبیین'' امیر احمد امیر مینائیؔ کا نعتیہ دیوان ہے۔اس کا پہلا ایڈیشن امیؔر مینائی کی زندگی میں ۱۸۷۱ء میں مطبع نول کشور لکھنؤ سے شائع ہوا۔اس کا دوسرا ایڈیشن ۱۸۸۹ء مطبع مفید آگرہ سے چھپا اور تیسرا ایڈیشن جو میرے پیش نظر ہے، امیؔر مینائی کے صاحب زادے لطیف اختر مینائی نے امیؔر مینائی کی وفات کے بعد ۲۷ر رمضان المبارک ۱۳۲۵ھ /۸ر اکتوبر ۱۹۰۸ء میں مطبع محبوب پریس حیدرآباد دکن سے چھپوا کر شائع کیا۔

ان کا نعتیہ دیوان ۲۲۳ صفحات پر مشتمل ہے۔امیؔر مینائی نے اس دیوان کا آغاز منظوم دیباچے سے کیا ہے۔

اس کا عنوان ''دیباچہ مشتمل برحمد ونعت و مدح ولی نعمت وسبب تالیف'' ہے جو (ص۲ تا ص۴) ۳صفحات تک پہنچتا ہے۔ دیباچے کے بعد (ص۵ تا ۲۷) ۲۳صفحات تک قصائد کا سلسلہ چلتا ہے۔ان قصائد کی تعداد ۵ ہیں۔قصائد کے بعد (ص۲۸ تا ص۱۴۷) ۱۲۰صفحات تک غزلیات کا سلسلہ چلتا ہے۔ان کے اس دیوان میں ۱۷۹غزلیں ہیں اور یہ تمام غزلیں نعتیہ ہیں۔غزلیات کے بعد (ص۱۴۷ تا ص۱۵۰) ۴صفحات تک رباعیاں ہیں، جو۱۹ کی تعداد میں ہیں۔رباعیوں کے بعد ترجیع بند کا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔امیؔر کے اس دیوان میں ۵ترجیع بند شامل ہیں۔ترجیع بند کے علاوہ اس نعتیہ مجموعہ میں ۴مخمسات ہیں۔اس دیوان میں ۴تضمینات (ص۱۶۲ تا ص۱۹۵) شامل ہیں۔دیوان میں چھے مناجات بھی ہیں۔یہ (ص۱۹۷ تا ۲۱۸) ۲۲صفحات تک پھیلی ہوئی ہیں۔ان مناجات کے بعد امیؔر نے اپنے اس نعتیہ دیوان میں ایک تقریظ بھی شامل کی ہے۔جس کا عنوان ''تقریظ دل پذیر وتحریر بے نظیر از نتائج افکار مجمع علوم دینی ودنیوی مورد افضالِ ایزد سبحان جناب مولوی غلام محمد خاں صاحب متخلص بہ تپشؔ اڈیٹر اخبار مشیر قیصر لکھنؤ'' ہے۔یہ (ص۲۱۹ تا ص۲۲۱) ۳صفحات تک پھیلی ہوئی ہے۔اس تقریظ کے درمیان ۱۹اشعار کی ایک نظم بھی شامل ہے۔اس تقریظ کے بعد (ص۲۲۱ تا ص۲۲۲) ۲صفحات پر قطعہ درج ہے۔جو ''قطعہ تاریخ طبع اوّل مولوی محمد فصیح اللہ صاحب فرنگی محلی المتخلص بہ وفاؔ'' کے عنوان سے درج ہے۔یہ ۷اشعار پر مشتمل ہے۔اس کے بعد کمال حکیم میر ضامن علی جلالؔ کے دو اشعار کا قطعہ تاریخ درج ہے۔اس صفحے پر ایک اور قطعہ درج ہے، جس کا عنوان ''قطعۂ تاریخ نتیجۂ طبع وقار جناب مولوی محسنؔ صاحب متوطنِ قصہ کاکوری'' ہے۔اس صفحے پر امیر مینائی کے صاحب زادے لطیف احمد اختر مینائی نے ایک اشتہار درج کیا ہے۔جس کی عبارت حسب ذیل ہے:

> ''الحمدللہ کہ حضرت والد ماجد مولانا مفتی امیر احمد امیؔر مینائی رحمۃ اللہ علیہ کا دیوان نعتیہ آج چھپ کر تمام ہوا۔جس کا تاریخی نام ''محامد خاتم النبیین'' ہے۔یہ دیوان ۱۲۸۷ھ میں پہلی بار بہ مقام لکھنؤ مطبع نول کشور میں طبع ہوا تھا۔بعد ازاں ۱۳۰۶ھ میں حضرت مرحوم نے کچھ اور کلام اضافہ فرما کر دوسری بار مطبع مفید عام آگرہ میں چھپوایا اور میلاد

شریف نثر کو جس کا تاریخی نام خیابان آفرینش ہے اور جو صحیح روایات کا بے مثل نسخہ ہے اس کے ساتھ شریک کیا۔ اب تیسری بار طبع کی حاجت ہوئی تو میں نے یہ مزید اضافہ کیا کہ جدید نظمیں بھی شامل کر دیں جو ہنوز شائع نہ ہوئیں تھیں اور جن کی لذت سے گوشِ سامعین و دیدۂ ناظرین و قلوبِ مشتاقین بہرہ یاب نہ ہوئے تھے۔

چھپائی اور کاغذ وغیرہ میں حتی الامکان اہتمام کیا گیا اور اس مرتبہ محبوب پریس حیدرآباد دکن میں بتاریخ ۲۷ر رمضان المبارک ۱۳۲۵ھ زیور طبع سے آراستہ ہو کر شائع ہوا۔''

لطیف احمد اختر مینائی

افضل گنج حیدر آباد، دکن

ذیل میں چند ناقدین کے بیانات ملاحظہ ہوں:

امیر مینائی کا نعتیہ کلام

وہ بزم خاص جو دربارِ عام ہو جائے

امید ہے کہ ہمارا سلام ہو جائے

مدینہ جاؤں پھر آؤں دوبارہ پھر جاؤں

تمام عمر اسی میں تمام ہو جائے

......☆......

اللہ کا جو گھر تھا وہی گھر تھا آپ کا

اک کہنہ بوریا تھا جو بستر تھا آپ کا

دل شاد کام غیر سے اکثر تھا آپ کا

خلق عظیم سب سے برابر تھا آپ کا

......☆......

کوئی زیادہ تھا نہ کوئی کم تھا نگاہ میں

خورشید کی شعاع کا عالم تھا نگاہ میں

جب تک رہے جہاں میں مشقت کیا کیے

باندھا شکم پہ سنگ ریاضت کیا کیے

منشی ممتاز علی آہ ''سیرت امیر احمد امیر مینائی'' میں امیر کی نعت گوئی کے ذیل میں رقم طراز ہیں:

''امیر کے نعتیہ کلام سے مجھے ابتدا کرنا چاہیے۔ جہاں تک مجھے علم ہے۔ امیر کے معاصرین نے نعت میں دو دو چار چار قصیدے یا غزلیں لکھی ہیں۔ مگر ان کا پورا دیوان ''محامد خاتم النبین'' موجود ہے۔ جس میں قصیدے، غزلیں، رباعیاں، مسدس، مخمس، سبھی اصناف سخن ہیں۔ نعتیہ غزلوں میں امیر نے شاعری سے گو بہت کم کام لیا ہے۔ لیکن پھر بھی نازک خیالی اور شاعرانہ لطافت کے بیش بہا نمونے جا بجا نظر آتے ہیں۔''(۱)

بابائے اردو مولوی عبدالحق اپنی کتاب ''چند ہم عصر'' میں امیر کی نعت گوئی پر تبصرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں:

''نعت میں منشی صاحب کے کئی رسالے ہیں مثلاً ''محامد خاتم النبین''، ''ذکر شاہ

انبیا''، ''صبح ازل''، ''شام ابد'' ان کی مشہور نعتیہ نظمیں ہیں۔ ''محامد خاتم النبین'' خصوصاً بہت مقبول ہوئی اور بار بار چھپی۔ نعت کا جو طرز ہمارے اکثر شعرا نے اختیار کیا ہے وہ بہت قابلِ اصلاح ہے۔ ہمارے ہاں شاعری کی بنا غزل سمجھی گئی ہے۔ جو ایک لحاظ سے کمترین قسم شعر کی ہے۔ اس لیے تغزل کا رنگ کچھ ایسا جما ہے کہ ہر جگہ جا بجا اس کی جھلک نظر آتی ہے۔ بھلا نعت میں زلف و کمر خال و خط وغیرہ سے کیا تعلق۔ مانا کہ یہ بھی سہی مگر یہ کیسی غضب کی بات ہے کہ جو مقصد نعت کا ہے اور جو نعت کی جان ہے وہ بالکل غائب۔ گو بعض اوقات منشی صاحب بھی اسی ڈھرے پر چلے ہیں مگر انھوں نے بہت اعتدال سے کام لیا ہے۔''

''منشی صاحب کا نعتیہ کلام بہت غنیمت ہے گو وہ اس اعلا رتبے کا نہیں ہے جیسا کہ ہونا چاہیے۔ مگر اس قسم کے نعتیہ کاموں میں بہت قابلِ تعریف ہے۔''(۲)

حکیم عبدالحی اپنی مایۂ ناز تصنیف ''گل رعنا'' میں امیرؔ کی نعت گوئی کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

''تیرا دیوان ''محامد خاتم النبین'' نعت میں ہے۔ جو اس لحاظ سے اچھا ہے کہ نعت کا وہ مذموم طریقہ جس میں شاعرانہ مبالغے کے ساتھ دیگر انبیائے کرام کے جناب میں گستاخی کا جو پہلو نکلتا ہے۔ اس کو چھوڑ کر نئی راہ نکالی ہے۔ مگر افسوس ہے کہ باوجد صحتِ زبان و پختگی کلام کے تاثیر یا سوز و گداز کا کہیں پتہ نہیں۔ اصل یہ ہے کہ انداز بیان کا جو سانچا ناسخؔ و آتشؔ کے زمانے میں تیار ہوا تھا۔ اس میں ڈھل کر شعر بامزہ ہو ہی نہیں سکتا۔ اس سانچے کو توڑ کر دوسرا سانچا تیار کر لو تو دوسری بات ہے۔''(۳)

ڈاکٹر فرحانہ شاہین نے اپنی تصنیف ''بہار میں اردو کی نعتیہ شاعری ایک تنقیدی مطالعہ'' میں امیؔر کی نعت گوئی پر کچھ اس طرح روشنی ڈالی ہے:

''فن نعت گوئی میں امیؔر مینائی یگانہ روزگار تھے۔ ان کے شعری خزانے میں نعتیہ کلام کا ایک بیش بہا ذخیرہ موجود ہے۔ انھوں نے مختلف اصناف سخن کے فارم میں ہیئت میں نعتیں قلم بند کی ہیں۔ انھوں نے خود اس کا اعتراف اپنے اشعار میں کیا ہے:

یہ اس در سے حاصل سعادت ہوئی
سوئے نعت مائل طبیعت ہوئی
ہوئیں نظم غزلیں، مخمس کہے
رباعی، قصیدے مسدس کہے'' (۴)

الطاف حسین حآلی کی حیات اوران کی نعت گوئی

حالاتِ زندگی

الطاف حسین حالی 1837 میں پانی پت میں پیدا ہوئے۔والد کا نام خواجہ ایزؔ دبخش تھا۔اوائل عمر میں ہی یتیمی دیکھی۔بڑے بھائی نے پرورش کی اورحسبِ دستورقرآن اورعربی کی تعلیم دلوائی۔نیزعربی صرف ونحواورمنطق کی تعلیم پائی،حآلی کے بچپن کا زمانہ ہندوستان میں تمدن اور معاشرت کے انتہائی زوال کا دورتھا۔300 سال سے قائم سلطنتِ مغلیہ دم توڑ رہی تھی۔حالی نے 1856ء میں ہسار کے ایک دفتر میں ملازمت اختیار کی لیکن 1857ء میں پانی پت آ گئے۔اوررئیس مصطفٰی خان شیفتؔہ کے بچوں کے اتالیق مقرر ہوئے۔ان ہی کی صحبت سے مولانا حآلی کی شاعری کاعروج شروع ہوا۔بعدازاں مرزاغالب کی شاگردی اختیار کی۔

غالبؔ کی وفات کے بعد حآلی لاہورآ گئے اور یہاں محمد حسین آزؔاد کے ساتھ مل کرانجمن پنجاب کی بنیاد ڈالی۔گویا جدید شاعری کی بنیاد رکھی گئی۔4 سال لاہور میں رہنے کے بعد دلی چلے گئے۔اوراینگلوعربک کالج میں معلم ہوگئے۔وہاں سرسید احمد خان سے ملاقات ہوئی اوران کے خیالات سے متاثر ہوئے۔اسی دوران 1879ء میں ''مسدس حآلی'' سرسید کی فرمائش پرلکھی۔''مسدس'' کے بعد حآلی نے اِسی طرز کی اور بہت سی نظمیں لکھیں جن کے سیدھے سادے الفاظ میں انہوں نے فلسفہ،تاریخ،معاشرت اوراخلاق کے ایسے پہلو بیان کئے جن کونظرانداز کیا جارہا تھا۔ملازمت سے فارغ ہونے کے بعد پانی پت سکونت اختیار کی۔انھیں 1904ء میں ''شمس العلماء'' کا خطاب ملا۔

تصانیف

۱۔ تریاق مسموم

۲۔ طبقات الارض

۳۔ مسدس حالی

۴۔ حیات سعدی

۵۔ حیات جاوید

۶۔ یادگار غالب

۷۔ مقدمہ شعر وشاعری

۸۔ حب الوطن

۹۔ برکھارت

۱۰۔ منطق پر رسالہ لکھا۔ جو 1854 میں تلف ہوا۔

۱۱۔ طباق الارض کا عربی سے اردو میں ترجمہ کیا جو مبادی جیولوجی پر تھا۔

۱۲۔ اصولِ فارسی

مذہبیات

۱۔ مولود شریف

۲۔ تریاق مسموم: پادری عماد الدین کے لیے جواب تھا

۳۔ رسالہ خیر المواعظ

۴۔ شواہد الہام

اخلاقیات

۱۔ مجالس النساء (ناول): لاہور میں لکھی، طالبات کے لیے، جو 400 روپے انعام کی حقدار سرکار کی جانب سے قرار پائی اور برسوں نصاب میں شامل رہی۔

سوانح

۱۔ سوانح حکیم ناصر خسرو

۲۔ حیات سعدی

۳۔ تذکرۂ رحمانیہ: مولانا عبدالرحمٰن کی وفات پر چھپی

۴۔ یادگار غالب: اس کتاب نے غالب کو آب حیات کے مقابل اصل مقام سے روشناس کروایا

۵۔ حیات جاوید

مضامین و انشا

۱۔ مضامین حالی

۲۔ مقالات حالی

۳۔ مکاتیب حالی

تنقید

۱۔ مقدمۂ شعر و شاعری

۲۔ دیوان حالی

۳۔ مجموعۂ نظم حالی

۴۔ ضمیمہ اردو کلیات حالی

۵۔ انتخاب کلام داغ: حالی نے اس پر کام شروع کیا مگر مکمل نہ کر سکے جس کی تکمیل بعد میں سجاد حسین اور محمد اسماعیل پانی پتی نے کی۔

خواجہ الطاف حسین حالیؔ، ہندوستان میں اردو کے نامور شاعر اور نقاد گزرے ہیں۔ "مقدمۂ شعر و شاعری " حالی کے دیوان کے ساتھ 1893ء میں شائع ہوا جو اردو تنقید نگاری میں اپنی نوعیت کی پہلی کتاب ہے۔ اس نے تنقیدی روایت کا رُخ بدل دیا اور جدید تنقید کی بنیاد رکھی۔ اس کتاب میں شاعری کے حوالہ سے ظاہر کئے گئے خیالات، مغربی تنقیدی اصولوں کی اشاعت کے باوجود اب بھی اہمیت کے حامل ہیں۔ ان کی "یادگار غالب" 1897 میں شائع ہوئی۔ یہ غالب کے حالات زندگی اور ان کی شاعری پر تبصرہ ہے۔ غالب کو عوامی مقبولیت دلانے میں اس کتاب کا بہت بڑا ہاتھ ہے۔ نثر میں حالی کی ایک اور تصنیف "حیات جاوید" ہے جو 1901ء میں شائع ہوئی۔ یہ سر سید کے حالات زندگی اور ان کے کارناموں کی دستاویز ہی نہیں بلکہ مسلمانوں کی تقریباً ایک صدی کی تہذیبی تاریخ بھی ہے۔ اس میں اس زمانے کی معاشرت، تعلیم، مذہب، سیاست اور زبان وغیرہ کے مسائل زیر بحث آ گئے ہیں۔

حالی نے عورتوں کی ترقی اور ان کے حقوق کے لئے بہت کچھ لکھا۔ ان کی نظمیں "مناجات بیوہ" اور، "چپ کی داد" نے شہرت حاصل کی۔ حالی نے اردو مرثیے کو بھی نیا رخ دیا جو سچے درد کے ترجمان ہیں۔ حالی نے غزلوں، نظموں اور مثنویوں کے علاوہ قطعات، رباعیات اور قصائد بھی لکھے۔

خواجہ الطاف حسین حالیؔ کی نعتیہ شاعری

بنے ہیں مدحت سلطان دو جہاں کے لیے
سخن زباں کے لیے اور زباں دہاں کے لیے

حآلی کا یہ پہلا نعتیہ قصیدہ 1864ء کا لکھا ہوا ہے۔ ان کے اس پہلے نعتیہ قصیدے میں ۳۳/اشعار ہیں۔

حالی کی ایک ایسی نعتیہ غزل ہے جس کا مطلع عربی میں ہے اور دوسرا شعر یعنی زیب مطلع ذوالِلسانین ہے:

یا ملکی الصفات و یا بشری القوی

فیک دلیل علیٰ انک خیر الوری

(یعنی اے ملکوتی صفات اور انسانی قابلیتیں رکھنے والے آپ ﷺ کی ذات اس بات پر دلیل ہے کہ آپ ﷺ تمام مخلوقات کے سردار ہیں۔)

تجھ ہوئی زندہ خلق جیسے کہ باراں سے خاک

خلقک خصب الزماں بعثک محیا الوری

(آپ ﷺ کی ولادت باسعادت کائنات کے لیے طراوت بخش اور آپ ﷺ کی بعث مخلوق کے لیے حیات بخش ہے۔)

اس ۲۵/اشعار کی غزل میں پورے اشعار نعتیہ ہیں۔

حآلی کی نعتیہ رباعیات

حآلی نے 181 رباعیات اردو اور فارسی میں کہی ہیں لیکن ان میں سے تین رباعیات نعتیہ ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں۔

(ا)

بطحا کو ہوا تیری ولادت سے شرف

یثرب کو ملا تیری اقامت سے شرف

اولاد ہی کو فخر نہیں کچھ تجھ پر

آبا کو تو نے آکے توحید کیا

(۲)

بطحائے عرب کو محترم تو نے کیا

اور امیوں کو خیر امم تو نے کیا

اسلام نے ایک کر دیا روم وتتار

بچھڑے ہوئے گلے کو بہم تو نے کیا

(۳)

زہاد کو تو نے محوِ تمجید کیا

عشاق کو مستِ لذتِ دید کیا

طاعت میں رہا نہ حق کی ساجھی کوئی

توحید کو تو نے آ کے توحید کیا

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا

مرادیں غریبوں کی بر لانے والا

مصیبت میں غیروں کے کام آنے والا

وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا

فقیروں کا ملجا ضعیفوں کا ماویٰ

یتیموں کا والی غلاموں کا مولیٰ

خطا کا ر سے درگزر کرنے والا

بداندیش کے دل میں گھر کرنے والا

مفاسد کا زیر و زبر کرنے والا

قبائل کو شیر و شکر کرنے والا

اتر کر حِرا سے سوئے قوم آیا

اور اک نسخہ کیمیا ساتھ لایا

مس خام کو جس نے کندن بنایا

کھرا اور کھوٹا الگ کر دکھایا

عرب جس پہ قرنوں سے تھا جہل چھایا

پلٹ دی بس اک آن میں اس کی کایا

رہا ڈر نہ بیڑے کو موجِ بلا کا

اِدھر سے اُدھر پھر گیا رخ ہوا کا

اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان کی حیات اور ان کی نعت گوئی

حیات

امام احمد رضا خان (14 جون 1856ء – تا 28 اکتوبر 1921ء) بیسویں صدی عیسوی کے مجدد، نامور حنفی فقھیہ، محدث، نعت گو شاعر، علوم نقلیہ وعقلیہ کے ماہر، سلسلہ قادریہ کے شیخ، عربی، فارسی اور اردو کی کئی کتابوں کے مصنف جن میں مشہور ترجمہ ''کنزالایمان''، ''فتاویٰ رضویہ'' اور نعتیہ دیوان ''حدائق بخشش'' مشہور ہیں۔ انھوں نے کثرت سے فقہی مسائل پر رسائل اور عقائد واعمال کی اصلاح کے لیے کتابیں تصنیف کیں۔

بریلی میں ''منظر اسلام'' کے نام سے اسلامی جامعہ قائم کی، بریلوی مکتب فکر کو متعارف کروایا، جس کی وجہ شہرت عشق رسول میں شدت اور تصوف کی طرف مائل ہونا ہے۔ عالمی مذاہب کی اجمالی آکسفورڈ ڈکشنری (مطبوعہ سن 2000ء) کے مطابق اس مکتب فکر کے ماننے والے بھارتی اور پاکستانی مسلمانوں کی تعداد کروڑوں میں ہے۔ احمد رضا خان کو اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت اور حسان الہند جیسے القاب سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ دنیا بھر میں ہر سال 25 صفر المظفر کو یوم رضا کے نام سے ان کا عرس ان کی وفات کے موقع پر منایا جاتا ہے۔

اعلیٰ حضرت کی پیدائش بریلی میں ہوئی۔ دینی علوم کی تکمیل گھر پر اپنے والد مولوی نقی علی خان سے کی۔ تعلیم کے بعد ملازمت کے لیے درس وتدریس کا مقدس پیشہ منتخب کیا۔

اولاد

احمد رضا خان کی زوجہ ارشاد بیگم سے پانچ بیٹیاں اور دو بیٹے پیدا ہوئے۔ دونوں بیٹے حامد رضا خان اور مصطفٰی رضا خان نامور عالموں میں شمار ہوتے تھے۔ بیٹیوں میں بالترتیب مصطفائی بیگم، کنیز حسن (عرف منجھلی

بیگم)،کنیز حسنین (عرف سنجھلی بیگم)،کنیز حسین (عرف چھوٹی بیگم)اور مرتضائی بیگم (عرف چھوٹی بنو) تھیں ۔

مولانا احمد رضا خان کے اساتذہ

١۔ شاہ آل رسول مارہروی م 1297ھ 1879ء

٢۔ والد ماجد مولانا محمد نقی علی خان بریلوی م 1297ھ 1880ء

٣۔ مفتی شافعیہ شیخ احمد بن زینی دحلان م 1299ھ 1881ء

٤۔ مفتی حنفیہ شیخ عبدالرحمٰن سراج م 1301ھ 1883ء

٥۔ امام شافعیہ شیخ حسین صالح م 1302ھ 1884ء

٦۔ مولانا عبدالعلی خان رامپوری م 1303ھ 1885ء

٧۔ شاہ ابوالحسین احمد نوری مارہروی م 1324ھ 1906ء

٨۔ مرزا غلام قادر بیگ بریلوی م 1310ھ 1833ء (٥)

حدائق بخشش

احمد رضا خان کا نعتیہ دیوان ''حدائق بخشش'' تین جلدوں میں ہے، پہلی دو جلدیں احمد رضا خان کی حیات میں اور تیسری، بعد از وفات شائع کی گئی ،مگر اس میں رضا کا تخلص رکھنے والے ایک دوسرے عام سے شاعر کا عامیانہ کلام بھی در آیا، جس پر کافی تنقید ہوئی ،تحقیق کے بعد مسروقہ کلام نکال دیا گیا۔ ''حدائق بخشش'' اردو نعتیہ شاعری کا ایک اہم سنگ میل ثابت ہوئی جس نے اپنے بعد آنے والے نعت گووؤں کے لیے رہنمایانہ کردار ادا کیا۔ پہلے اردو نعت صرف عقیدت کے طور پر دیوان کے شروع میں شامل نظر آتی تھی ،مگر ''حدائق بخشش'' کے بعد اردو نعت ادب کا ایک مستقل حصہ بنی اور نعت شاعری کی منفرد صنف بن گئی۔ مثال کے طور پر چند اشعار۔

واہ کیا جود و کرم ہے شہ بطحا تیرا

نہیں ، سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

حاجیو آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو

کعبہ تو دیکھ چکے کعبے کا کعبہ دیکھو

''حدائق بخشش'' آپ کے اردو اور فارسی کلام کا مجموعہ ہے جس میں نعت، دعا، التجا، شرح آیات واحادیث ،حقیقت ومعرفت، سلام ومنقبت غرض سب کچھ ہے۔ آپ نے اپنی نعتیہ شاعری میں آدابِ نبوت اور مقام رسالت کا خاص طور پر خیال رکھا ہے ایسا کیوں نہ وہ صرف شاعر ہی نہیں تھے بلکہ مقام رسالت کے شناسا بھی تھے۔ امام احمد رضا خان کے کلام میں آپ کو ایک بھی شعر ایسا نہیں ملے گا جس میں عظمتِ رسالت کو ملحوظ نہ رکھا گیا ہو۔ آپ کی نعتیہ شاعری میں شریعتِ مصطفیٰ کا مکمل احترام نظر آتا ہے۔ آپ کا نعتیہ کلام قرآن وحدیث کی تفسیر وترجمانی پر مبنی ہے۔ مثلاً

انا اعطینک الکوثر

ساری کثرت پاتے یہ ہیں

من زارتربتی وجبت لہ شفاعتی

ان پر درود جن سے نوید ان بشر کی ہے

وجہ تسمیہ

دیوان حدائق بخشش کا نام تاریخی ہے یعنی اس کے اعداد 1325 بنتے ہیں اور 1325 ہجری (1907ء) میں ہی مرتب کیا گیا۔ حدائق حدیقہ کی جمع ہے، حدیقہ عربی میں باغ کو کہتے ہیں اور بخشش فارسی زبان کا لفظ ہے جو

انعام، عطیہ، معافی، عفو درگزر وغیرہ کے معنی دیتا ہے۔ بعد میں آنے والے نعت گو حضرات نے اسی نام کی مناسبت سے اپنے نعتیہ مجموعوں کے نام رکھے ہیں جیسے سفینۂ بخشش (مفتی اختر رضا خان)، وسائل بخشش (محمد الیاس عطار قادری) وغیرہ۔

طباعت واشاعت

مولانا شمس بریلوی نے اپنی تحقیق میں لکھا ہے کہ

''حضرت رضا قدس سرہ کے وصال کے بعد مکتبہ رضویہ بریلی کے کارپردازوں نے اس کی ترتیب وتدوین کی طرف توجہ کی اوران ہی کی مساعی سے یہ دیوان زیور طبع سے آراستہ ہوا۔ بس جیسا ان کی سمجھ میں آیا اس طرح اس کو مرتب کر دیا اور جیسا کہ ہماری شخصیت پرستی کا شیوہ رہا ہے، حضرت رضا کے دیوان کی تصحیح اور ادبی ترتیب کی طرف آج تک کسی نے توجہ نہیں کی۔'' (٦)

جبکہ ڈاکٹر مسعود احمد نقشبندی کی رائے ہے کہ حدائق بخشش حصہ دوم 1921ء کے بعد شائع ہوا۔ عبدالحکیم شرف قادری کی رائے بھی یہی ہے، لیکن حدائق بخشش پر کام کرنے والے ڈاکٹر فضل الرحمٰن شرر مصباحی نے اپنے مقالے میں لکھا ہے۔

''خوش نصیبی سے اس وقت ہمارے سامنے وہ مبارک نسخہ موجود ہے جو حضور فاضل بریلوی کی حیات میں حضرت صدرالشریعہ کی زیرنگرانی شائع ہوا تھا۔ (٧)

وفات ومزار

25 صفر المظفر 1340ھ مطابق 28 اکتوبر 1921ء کو جمعہ کے دن مقامی وقت کے مطابق 2 بج کر 38 منٹ پر عین اذان کے وقت (درگاہ اعلیٰ حضرت کی مسجد میں جمعہ کی نماز کا وقت ساڑھے تین ہوتا ہے۔) ادھر موذن نے حی الفلاح کہا اور ادھر امام احمد رضا خان نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ احمد رضا خان کا مزار بریلی شریف میں آج بھی زیارت گاہ خاص وعام بنا ہے۔

بریلی میں واقع احمد رضا خان کا مزار

درگاہ

احمد رضا خان کا مزار پرانا بریلی شہر سے تین چار فرلانگ کے فاصلہ پر محلّہ سوداگران میں واقع ہے۔ اور ایک خانقاہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ مزار میں احمد رضا خان کے بیٹے حامد رضا خان اور مصطفیٰ رضا خان کا بھی آستانہ ہے۔ درگاہ پر ہر سال 25 صفر کو عرس رضوی کا انعقاد کیا جاتا ہے۔ جس میں دنیا بھر سے معتقدین وعلما ومشائخ شرکت کرتے ہیں۔

جامعاتی تحقیق

امام احمد رضا بریلوی کا شمار عالم اسلام کی عظیم شخصیات میں ہوتا ہے انھوں نے جو دینی، ملی اور علمی خدمت سر انجام دی ہیں انہیں عالمی پیمانے پر سراہا جا رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج دنیا کی درجنوں جامعات میں ان پر ریسرچ و تحقیق کا کام بڑی سرعت سے جاری ہے۔

1979ء میں پہلی بار ڈاکٹر حسن رضا خان نے ڈاکٹر اطہر شیر کی زیرنگرانی جامعہ پٹنہ، بھارت سے احمد رضا خان کی فقہی خدمات پر پی ایچ ڈی کی۔ ان کے بعد ڈاکٹر اوشا سانیال نے جامعہ کولمبیا امریکا سے 1990ء میں اس موضوع پر تحقیقی کام کیا۔ بعد ازاں خانقاہ سجادیہ ابوالعلائیہ کے ڈاکٹر سید شاہ ابوطاہر ابوالعلائی نے الہ آباد یونیورسٹی

سے ''اردو شاعری کے ارتقا میں احمد رضا بریلوی کی شعری تخلیقات کا تنقیدی مطالعہ'' کے عنوان سے اور ''احمد رضا خان کی شاعری'' پر ڈاکٹر سید جمال الدین نے ڈاکٹر ہری سنگھ گور دیشا و دیالہ، آگرہ سے، ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی نے روہیل کھنڈ یونیورسٹی سے، ڈاکٹر سراج احمد بستوی نے کانپور یونیورسٹی سے، ڈاکٹر تنظیم الفردوس نے جامعہ کراچی سے پی ایچ ڈی کی۔ جب کہ فقہی خدمات پر ڈاکٹر محمد انور خان نے سندھ یونیورسٹی جامشورو سے، ترجمہ قرآن پر پروفیسر مجید اللہ قادری نے جامعہ کراچی، حیات و علمی خدمات پر ڈاکٹر محمد طیب رضا نے ہندو یونیورسٹی بنارس سے اور ڈاکٹر عبدالباری صدیقی نے سندھ یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کی ہے۔ احمد رضا خان کے تصور عشق پر ڈاکٹر غلام مصطفٰی نجم قادری نے میسور یونیورسٹی سے، ان کی انشاء پردازی پر ڈاکٹر غلام غوث نے رانچی یونیورسٹی سے، افکار پر ڈاکٹر امجد رضا نے ویر کنور سنگھ یونیورسٹی سے، ادبی خدمات پر ڈاکٹر رضا الرحمان عاکف سنبھلی نے روہیل کھنڈ یونیورسٹی سے اور مکتوبات پر غلام جابر شمس مصباحی نے بی آر امبیڈکر، بہار یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کی ہے۔ ان کے علاوہ احمد رضا خان کی عربی دانی، فارسی دانی، تفسیری خدمات، خدمات علوم حدیث، عربی شاعری، سیاسی افکار پر بھی پی ایچ ڈی کے مقالے لکھے جا چکے ہیں۔ ان 30 پی ایچ ڈی مقالات میں 4 عربی زبان میں ایک انگریزی میں اور بقیہ اردو زبان میں لکھے گئے ہیں اور ان 30 جامعات میں سے ایک امریکا، ایک سوڈان، 19 بھارت اور بقیہ کا تعلق پاکستان سے ہے۔ جب کہ ایم فل کے بیس سے زائد تحقیقی مقالات لکھے جا چکے ہیں، جن میں سے 9 عربی زبان میں ہیں۔ مجموعی طور پر 35 سے زائد جامعات میں تحقیقاتی کام ہو چکا ہے۔

اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان کی نعتیہ شاعری

امام احمد رضا خان کی شاعری میں جو بات سب سے نمایاں ہے وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس سے والہانہ عقیدت و محبت ہے۔ آپ برصغیر میں اس عظیم تحریک کے داعی تھے جس نے عشق رسول کا نعرہ بلند کیا۔ وہ خود فرماتے ہیں۔

''حقیقتاً نعت شریف لکھنا بہت مشکل ہے، جس کو لوگوں نے آسان سمجھ لیا ہے۔ اس میں تلوار کی دھار پر چلنا پڑتا ہے۔ اگر بڑھتا ہے تو الوہیت میں پہنچ جاتا ہے اور کمی کرتا ہے تو تنقیص ہوتی ہے البتہ حمد آسان ہے کہ اس میں صاف راستہ ہے جتنا چاہے بڑھ سکتا ہے۔ غرض حمد میں اصلاحاً حد نہیں اور نعت شریف میں دونوں جانب سخت حد بندی ہے۔''

(مصطفیٰ رضا نوری بریلوی، علامہ: الملفوظ، مطبوعہ کانپور، ص144،145)

آپ نعت گوئی میں جس احتیاط و ادب شناسی کی منزل سے گزرے اس لیے کہ آپ نے نعت گوئی قرآن مجید سے سیکھی ہے۔ اس سلسلے میں آپ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی پیروی کافی سمجھتے ہیں۔ جن کی نعتیں سن کر خود سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم محظوظ ہوئے اور دعائیں فرمائیں۔ چناچہ فرماتے ہیں۔

قرآن سے میں نے نعت گوئی سیکھی

یعنی رہے احکام شریعت ملحوظ

رہبر کی رہ نعت میں گر حاجت ہو

نقش قدم حضرت حساں بس ہے

امام احمد رضا خان عربی، فارسی، اردو اور ہندی ہر زبان میں شعر کہتے تھے۔ ایک بار آپ کے احباب میں سے جناب ارشادؔ اور جناب ناطقؔ نے جو خود بھی شاعر تھے عرض کی کہ حضرت ایک ایسی نعت شریف لکھ دیں جس میں عربی، فارسی، اردو اور ہندی چار زبانیں جمع ہو جائیں۔ آپ نے ان کی فرمائش پر فی البدیہ ایک نعت شریف لکھ دی۔ جس کا مطلع یہ تھا۔

لم یات نظیرک فی نظر مثل تو نہ شد پیدا جانا

جگ راج کو تاج تورے سر سو ہے تجھ کو شہ دوسرا جانا

اس نعت شریف میں عربی، فارسی، اردو اور ہندی کی آمیزش نے عجیب لطف پیدا کر دیا ہے۔ علم بدیع کی اصطلاح میں اسے صنعت تلمیع کہتے ہیں۔ اس سے آپ کی شاعرانہ جدّت طرازی اور تخلیقی صلاحیت کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔

آپ کا مشہور و مقبول سلام "مصطفےٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام" روانی، تسلسل اور سلاست کی وجہ سے اردو کا سب سے اچھا سلام ہے اور اس کا ایک ایک شعر خلوص جذبات کا آئینہ دار ہے۔ یہی وجہ ہے اس سلام کو بے پناہ مقبولیت حاصل ہوئی۔ سلام کے چند اشعار ملاحظہ ہو۔

مصطفےٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام

شمع بزم ہدایت پہ لاکھوں سلام

شہرِ یارِ ارم تاج دارِ حرم

نوبہارِ شفاعت پہ لاکھوں سلام

شبِ اسرا کے دولہا پہ دائم دُرود

نوشئہ بزمِ جنّت پہ لاکھوں سلام

عرش تا فرش ہے جس کے زیرِ نگیں

اُس کی قاہر ریاست پہ لاکھوں سلام

مجھ سے خدمت کے قُدسی کہیں ہاں! رضؔا

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

برصغیر پاک و ہند میں اہل محبت کی شاید ہی کوئی محفل ایسی ہوگی جہاں آپ کے کلام اور مشہور زمانہ سلام کی گونج سنائی نہ دے۔ آپ کے ایک ایک شعر سے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق و محبت کے چشمے پھوٹتے ہیں اور

اہل اسلام کے دلوں کو سیراب کرتے ہیں۔

مولانا احمد رضا خان کا نام اس لیے سب سے اہم ہے کہ انہوں نے نعت گوئی کے فنی تقاضوں، اسکی نزاکتوں، لطافتوں، آداب اور باریکیوں کا بھرپور خیال رکھتے ہوئے عمدہ، موثر، دلوں کو چھو جانے اور ایمان کو تازہ کر دینے والی نعتیں لکھی ہیں۔ آپ کی تمام نعتیں آپ کے تصور نعت کی سچی مصداق ہیں۔ ان میں اعتدال، تناسب اور توازن ہے۔ آپ کی نعتیں امتیازی مقام اور انفرادی شان رکھتی ہیں۔ آپ بیک وقت مختلف علوم وفنون کے نہ صرف ماہر تھے بلکہ استادفن کی حیثیت رکھتے تھے۔ مختلف زبانوں مثلاً اردو، عربی، فارسی، ہندی، سنسکرت، سندھی وغیرہ میں کامل دسترس رکھتے تھے۔ نعت گوئی کا سب سے اہم اور لازمی جزو عشق رسول اور ادب رسول ﷺ ہے اور آپ عشق وادب رسول ﷺ کا سراپا مجسمہ تھے اور آپکا نعتیہ کلام قرآن وحدیث کی سچی تفسیر ہے۔ جسکا ثبوت آپکا نعتیہ دیوان حدائق بخشش ہے۔ گویا یہ دیوان اسم بامسمٰی ہے اور دل میں عشق رسول ﷺ پیدا کرنے کا ایک موثر وسیلہ ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان کے کلام میں صنائع بدائع

جو گدا دیکھو لئے جاتا ہے توڑا نور کا

نور کی سرکار ہے کیا اس میں توڑا نور کا

صنعت تجنیس

مانگیں گے مانگیں جائیں گے منہ مانگی پائیں گے

سرکار میں نہ لا ہے نہ حاجت اگر کی ہے

صنعت اشتقاق

من زار تربتی وجبت له شفاعتی

ان پر درود جن سے نویداس بشر کی ہے

صنعت اقتباس

لم یات نظیرک فی نظر مثل تو نہ شد پیدا جانا

جگ راج کو تاج تورے سر سو ہے تجھ کو شہ دوسرا جانا

صنعت حسن تلمیح

زمین و زماں تمہارے لئے مکین و مکاں تمہارے لئے

چنین و چناں تمہارے لئے بنے دو جہاں تمہارے لئے

صنعت ترصیع

حسنِ یوسف پہ کٹیں مصر میں انگشتِ زناں

سر کٹاتے ہیں ترے نام پہ مردانِ عرب

صنعت تلمیح

سر تابقدم ہے تنِ سلطان زمن پھول

لب پھول دہن پھول ذقن پھول بدن پھول

صنعت تشبیہ

واللہ جو مل جائے مرے گل کا پسینہ

مانگے نہ کبھی عطر نہ پھر چاہے دلہن پھول

صنعت استعارہ

شعورؔ اعظمی کی حیات اوران کی نعت گوئی

شعورؔ اعظمی کا پورا نام سید قاسم مہدی ہے۔ان کے والد مرحوم سید غلام مہدی میونسپل کا پوریشن ممبئ کے شعبۂ تدریس سے وابستہ تھے جن کے کئی شعری مجموعے قصائد،غزلیات ،نوحے سلام اور قطعات تاریخ کے شائع ہو چکے ہیں۔

'شعرائے مہاراشٹر' کے مصنف خلیق الزماں نصرتؔ کے مطابق شعورؔ اعظمی ماہر عروض اور خاندانی شاعر ہیں۔

شعورؔ اعظمی کی پیدائش ان کے ننھیال موضع اُحد پور اعظم گڑھ میں ہوئی ۶ رسال کی عمر تک اپنے ددھیال موضع چماواں ضلع اعظم گڑھ میں رہے۔ ۷ رسال کی عمر میں بمبئ آ گئے اور بمبئ ان کا وطن ثانی بن گیا۔موزونی طبع کے حامل تھے لیکن والد مرحوم کی طرف سے دوران تعلیم شعر کہنے پر پابندی تھی۔

احمد سیلر ہائی اسکول بمبئ سے ایس.ایس سی کرنے کے بعد کے.سی.کالج میں ایف.وائے کر رہے تھے اسی دوران طبیہ کالج بمبئ میں داخلہ مل گیا اور 1978ء میں D.U.M.S. کی سند ملی۔گورنمنٹ کی طرف سے معالجہ کی اور والد مرحوم کی طرف سے شعر گوئی کی اجازت ملی۔کے.سی.کالج میں سائنس کے طلبہ کو بھی اردو پڑھنے کی اجازت اور سہولت تھی۔کالج لائبریری میں جب سائنس کے طلبہ سائنسی کتابیں پڑھتے تھے شعورؔ صاحب ساجد رشید اور افتخار امام کے ساتھ ادبی کتابیں پڑھتے تھے۔

شعور اعظمی نے علامہ آرزوؔ لکھنوی کے جانشین پرتوؔ لکھنوی کی خدمت میں زانوئے تلمذ تہہ کیا۔ان سے زبان وفن کے رموز ونکات سیکھے۔1982ء میں پرتو صاحب کے انتقال کے بعد شعور اعظمی نے اپنے والد سے مشورۂ سخن کرتے رہے۔2005ء میں فن عروض پر 'شعور عروض' نامی کتاب لکھی اس کے بعد 2021ء میں 'فرہنگِ شعور'

(عروض وقوافی) مکمل کی۔ اسی سال کلیم الدین احمد کے میر انیسؔ پر اعتراضات کے جواب میں انھوں نے 'ترکی بہ ترکی' نامی کتاب لکھی۔ چونکہ شعورؔ صاحب کا تعلق غالی مذہبی گھرانے سے ہے اس لیے مجالس ومحافل میں بچپن سے ہمیشہ شریک رہے۔ ان مجلسوں اور محفلوں میں نامی گرامی علماء وشعراء کو سُنا جس سے زبان دانی پر نکھار آیا۔

آج بھی ۱۷ رویں ربیع الاول کو ایک طرحی نشست نعت وقصائد کی منعقد کرتے ہیں جس کے بانی اُن کے والد کے استاد مرحوم احسنؔ دانا پوری تھے۔ احسنؔ صاحب کے انتقال کے بعد شعورؔ صاحب کے والد مرحوم نے اس سلسلے کو باقی رکھا۔ اب شعورؔ صاحب اپنے بھائیوں اور کچھ مخلصین کے تعاون سے اس سلسلے کو جاری رکھے ہوئے ہیں۔

شعورؔ اعظمی کی نعت نگاری

شعورؔ اعظمی کی نعتوں کے مجموعے کا نام 'شعورِ مدحت' ہے۔ ان کا نعتیہ کلام قصائد (تشبیب، گریز، مدح، دعا کے ساتھ) اور غزل کی ہئیت میں ہے۔ اس مجموعے کی خصوصیت یہ ہے کہ عروض کی کل بحروں میں نعت یا قصائد ہیں۔ ان کی تقطیع بھی بحروں اور زحافات کے نام کے ساتھ ہے۔ اس طرح یہ مجموعہ عروض فہمی میں بہت معاون ہے۔ اس میں اجداد رسول ﷺ اور خود ہادیٔ اکبر کے مختصر سوانح بھی ہیں۔ اس طرح اس مجموعے کی ایک تاریخی افادیت بھی ہے۔ حضور کی مادرِ گرامی، حضور کی شریکِ حیات جناب خدیجہ اور حضور کی پرورش کنندہ جناب فاطمہ بنت اسد کی مدح بھی ہے۔

اس مجموعہ میں پہلی نعت ہے تو غزل کی ہئیت میں مگر قصیدے کی جھلک بھی نظر آتی ہے۔ بحر متقارب میں یہ اشعار ملاحظہ فرمائیں۔

تصور میں ہو کیا محمدؐ سے پہلے
تصور کہاں تھا محمدؐ سے پہلے

کہاں ربط باہم تھا ارض و سما میں

تھا مطلع دو لخت محمدؐ سے پہلے

رباعی عناصر کی بے کیف سی تھی

تھا مفہوم عنقا محمدؐ سے پہلے

تھا موجود لیکن منظّم کہاں تھا

حواسوں کا خمسا محمدؐ سے پہلے

مسدس تھا اسباب ستہ کا لیکن

تھا شیرازہ بکھرا محمدؐ سے پہلے

بہت سے تھے لیکن کوئی یل الیٰ سا

کہاں تھا قصیدہ محمدؐ سے پہلے

جہالت نے چھینی تھی تہذیب محفل

کہ تھا شتر گربا محمدؐ سے پہلے

ابتدائی اشعار پر تشبیب کا اطلاق تو ہوتا ہے مگر گریز نہ ہونے کی وجہ سے اسے قصیدہ کہنے میں تامل ہے۔

مندرجہ ذیل اشعار ان کی قادرالکلامی کے ساتھ عربی دانی اور قرآن فہمی کی بھی دلیل ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں صنعتِ تلمیع میں چند اشعار۔

اندھیرے نہ کیوں ہوتے کوئی نہیں تھا

سراجاً منیراً محمدؐ سے پہلے

بہت سے ہیں فاتح مگر صلح کس کی

ہے فتحاً مبینا محمدؐ سے پہلے

مبشر کئی تھے لقب کس نے پایا

بشیراً نذیرا محمدؐ سے پہلے

تھے میخانے لیکن کہیں بھی نہیں تھی

شراباً طہوراً محمدؐ سے پہلے

سرِ حوض کوثر کوئی بھی کب کہے گا

ہنیاً مریا محمدؐ سے پہلے

تھی موجود لیکن نہ تھی اتنی واضح

صراطاً سویّا محمدؐ سے پہلے

سرِ عرش اعظم کسی نے نہ پایا

مکاناً علیّا محمدؐ سے پہلے

بتاتی ہے تاریخ آتا رہا ہے

عذاباً الیما محمدؐ سے پہلے

کسی کے لئے تھا فرشتوں کے لب پر

سلاماً سلاما محمدؐ سے پہلے

کرو شرح لیکن دکھاؤ تو اُمّی

علیماً حکیما محمدؐ سے پہلے

۲۷ / اشعار کے اس فن پارے میں اوصافِ حمیدہ کا بہت عمدہ استعمال ہے۔ ایک شعر میں بھرپور تغزل کے ساتھ ردیف کا تخلیقی استعمال بھی ہے۔

کبھی حسنِ یوسف پہ شیدانہ ہوتیں

جو ملتیں زلیخا محمدؐ سے پہلے

شب معراج کے ایک قصیدے میں ایسے ہی استعارات کا ایک شعر ہے۔

شوق تھا دونوں طرف تو ہی شب اسریٰ

بتا کس کو آخر شمع سمجھیں کس کو پروانہ کہیں

مدح رسالتماب میں ان کا یہ قصیدہ جو اپنے تمام اجزا کے ساتھ ہے قابل ذکر ہے تشبیب میں مناجات ہے۔

اے خالق کل گوہر مضموں کو جلا دے

ذرے کو حریف مہہ و خورشید بنا دے

سات دعائیہ اشعار کے بعد گریز کی منزل یوں سر کرتے ہیں۔

تو جس کو محمدؐ کہے مداح میں اس کا

سلمان و ابو ذر سا مجھے عزم ثنا دے

جشن مدحت صہبائے معرفت کے بغیر ادھورا ہوتا ہے اس لیے کہتے ہیں۔

ہو ساغر دل روکش پیمانۂ جمشید

اے مالک تسنیم وہ صہبائے ولا دے

جس شئے کی مادی قیمت نہیں دی جاسکتی اس کے لیے شکریہ ادا کیا جاتا ہے اور دینے والی ہستی کی توصیف کی جاتی ہے۔

ساقی کی عنایت کے تشکر میں شعورؔ اب

اشعارِ ثنا رنگ تغزل میں سنا دے

اب ملاحظہ فرمائیں حسن تغزل

اے بادِصبا اس گل رعنا کا پتا دے

جو اپنی مہک سے تنِ مردہ کو جلادے

وہ اتنا حسیں ہے کہ جو دیکھے مہہ کنعاں

ہو محویت ایسی چھری انگلی پہ چلادے

ہے میری شفا چارہ گر اس گل کی مہک میں

بیمار محبت ہوں دوا دے نہ دوا دے

مرزا غالب نے کہا تھا۔

ہر چند ہو مشاہدۂ حق کی گفتگو

بنتی نہیں ہے بادۂ و ساغر کہے بغیر

شعور صاحب نے جام و مینا کے استعارے میں کئی اچھے اشعار کہے ہیں۔

مئے دے کہ نہ دے داد طلب دے مرے ساقی

ساغر کے عوض رند جو دل اپنا بڑھا دے

سرشار تو ہو جائیں بہکیں نہ مگر مئے کش

تاثیر انوکھی ہے اس بادۂ اطہر کی

ساقی نے دیا مجھ کو اس طرح سے پیمانہ

قطرے پہ عنایت ہو جس طرح سمندر کی

بڑھا ہر گھونٹ پر عرفاں شفیع روزمحشر کا

چلا جب دور سبحٰن الذی اسریٰ کے ساغر کا

یہ مئے مال و زر دنیا کے بدلے مل نہیں سکتی

کہ اس کے واسطے درکار ہے جذبہ الوذر کا

ساقی ہو جلوہ گر تو اماوس میں بھی شعورؔ

رہتا ہے میکدے میں سماں شبرات کا

سرشار ہو جو رند تو آتا ہے اس کو لطف

صحرا نور دیوں میں بھی سیرِ ہرات کا

ان کے نعتیہ قصائد میں مختلف نوع کی تشبیبیں ہیں۔ کہیں بے ثباتی دنیا کا ذکر ہے کہیں عصری مسائل کا، کہیں بہار کہیں فطرت انسانی کا۔ ان قصائد میں گریز بھر پور ہوتی ہے۔

جہاں شعور صاحب نے تعلّی کی ہے وہاں ذاتی تفاخر نہیں ہے بلکہ حضور سے نسبت شاعرانہ پر فخر کیا گیا ہے۔

جو نعتیں غزل کی ہئیت میں ہیں ان میں بھی شاعرانہ خوبیوں کے ساتھ عروضی خوبیاں شامل ہیں۔ عام عروضی فہم کے لیے شعور صاحب نے قاری کے لیے ایک سہولت یہ پیدا کی ہے کہ ہر نعت کی تقطیع بھی شامل کتاب کی ہے۔ یہ ایک نادر تجربہ ہے۔ اس مجموعہ میں ۱۲؍ رباعیوں میں چوبیس اوزان پورے کیے ہیں ساتھ ہی ساتھ یہ اوزان دو اصل اوزان سے کس طرح حامل ہوتے ہیں۔ اس کی توضیح و تشریح بھی ہے۔ اس طرح 'شعورِ مدحت' عروض دانوں کی دلچسپی بھی بڑھاتی ہے۔ چونکہ ان نعتوں کا پڑھنا تقطیع کیے بغیر ممکن نہیں ہے اس لیے قومے کا سہارا لیا گیا ہے اور تقطیع عنوان کے ساتھ لکھ دی گئی ہے۔

حواشی:

۱۔ سیرت امیر احمد امیرؔ مینائی منشی، ممتاز علی آہ، ص ۱۵۵

۲۔ چند ہم عصر، مولوی عبدالحق، ص ۴

۳۔ گلِ رعنا حکیم عبدالحی، ص ۴۰۴-۴۰۵

۴۔ بہار میں اردو کی نعتیہ شاعری کا تنقیدی مطالعہ، ڈاکٹر فرحانہ شاہین، ص ۱۵۱

۵۔ حیات امام اہلسنت۔ پروفیسر محمد مسعود احمد مرکزی مجلس رضا لاہور، ص ۲

۶۔ شمس بریلوی، کلام رضا کا تحقیقی وادبی جائزہ، کراچی: مدینہ پبلشنگ کمپنی صفحہ 572.

۷۔ فضل الرحمان شرر مصباحی، حدائق بخشش کا فنی وعروضی جائزہ، ممبئ: رضا اکیڈمی ممبئ . صفحہ 4،5،6

باب چہارم:
ماحصل

نعت عربی زبان کا لفظ ہے جو تعریف و توصیف کے لیے آتا ہے مگر اردو زبان میں رسول کریم کی مدح میں کہے گئے اشعار کو نعت کہتے ہیں۔ اردو نعت گوئی کا جائزہ لیا جائے تو نعتیں قصیدے، مثنوی، غزل، قطعہ، رباعی اور مسدس کی صورتوں میں ملتی ہیں۔

عہد قدیم میں نظم و نثر دونوں کی ابتدا احمد اور اس کے بعد نعت سے ہوتی تھی۔ غیر مسلم شعراء کے تصانیف میں بھی حمد و نعت کا عنصر ہوتا ہے۔

نعت کہنے والے کو نعت گو کہتے ہیں۔ مشہور روایات کی بناء پر پہلے نعت گو عم رسول ابو طالب ہیں لیکن یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ حضور ﷺ کی مادرِ گرامی آمنہ بنتِ وہب (جو شاعرہ تھیں) نے پہلی نعت کہی ہوگی کیونکہ اپنے بچے کی تعریف کرنا ماں کی فطرت ہے۔

حضرت ابو طالب، حسان بن ثابت اور عبداللہ بن رواحہ کی نعت گوئی کی روایت عربی سے چل کر فارسی میں اپنے عروج پر پہنچی اور ایک نکتے میں دفتر سمٹ گیا۔

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

یہیں یہ نکتہ بھی واضح ہوتا ہے کہ نعت کہتے ہوئے حفظ مراتب کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ خدا اور رسول کے مابین معبود و عبد کا رشتہ مجروح نہ ہو۔

جو نعتیں قصیدے کی شکل میں ہوتی ہیں ان میں ادبی خوبیاں زیادہ اس لیے ہوتی ہیں کہ قصیدے کی تشبیب میں ہر طرح کے مضامین کی گنجائش ہوتی ہے۔ اس لیے فنی تلذذ کے ساتھ ساتھ معاشرے کی تشکیل میں بھی معاونت ہوتی ہے۔

مسدس کی ہئیت میں جو نعتیں ہیں ان میں ایک بات کہنے کے مختلف اسالیب اپنائے جاتے ہیں۔ مشکل سے مشکل منزلوں سے بھی بآسانی گزرا جا سکتا ہے کیونکہ مسدس میں چھ مصرعے ہونے کی وجہ سے گنجائش بڑھ جاتی

ہے۔مثال کے طور پر مولانا حالی کا مسدس پیش کیا جاسکتا ہے جس میں مختلف النوع مضامین ہیں۔

اُردو میں شاعری کی ابتدا دکن سے ہوئی۔دکنی مثنویوں میں فارسی مثنویوں کی طرح حمد کے بعد نعتیہ اشعار ملتے ہیں۔ان اشعار کو مثنوی سے الگ کرلیا جائے،تو بعض اوقات اعلیٰ درجے کی نعتیں ہمیں متحیر کر دیتی ہیں۔مثلاً زبان کی قدامت کے باوجود وجہی کی ''قطب مشتری'' کے نعتیہ اشعار نہایت عمدہ ہیں اور صنفِ نعت کے جملہ تقاضے پورے کرتے ہیں۔دکن کے بعد دہلی اور لکھنو کے مثنوی نگار بھی اس روایت پر عمل پیرا ہونے کو فرض کی طرح ادا کرتے رہے۔اسی لیے قلی قطب شاہ اور محمد شاہ کو اُردو کے اولین نعت گو شاعر ہونے کا فخر حاصل ہے۔اُن کے کلام کا خاصا حصہ نعتِ رسول ﷺ پر مشتمل ہے۔اسی لیے ولی دکنی کے دَور سے لے کر عہد جدید کے شعرا تک نعت گوئی کا سلسلہ برابر قائم ہے اور اُردو کا ہر شاعر نعت کہنا اپنے لیے باعث سعادت تصور کرتا ہے۔

کسی بھی صنف کا جائزہ لیتے ہوئے نقاد کو اس صنف کے وجود میں آنے کے اسباب، اس کی معاشرتی افادیت پر غور کرنا ہوتا ہے۔نقاد کو اپنا عقیدہ مسلط نہیں کرنا ہوتا ہے۔حکیم عبدالحق (صاحب گل رعنا) اور بابائے اردو مولوی عبدالحق (چند ہم عصر) کو نعت میں مبالغہ نظر آتا ہے۔چند اہم نکات ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ مارمیتَ اذ رمیتَ ولکن اللہ رمیٰ۔

۲۔ لولاک لما خلقت الافلاک۔

۳۔ ماتشاؤن الا ان یشاء۔

۴۔ وماینطق عن الھوی ان ھوالا وحی یوحیٰ۔

۵۔ لقد من اللہ علی المؤمنین اذ بعث فیھم رسولا من انفسھم۔

۶۔ ورفعنا لک ذکرک۔

جس ذات گرامی کو خالق کائنات وجہ تخلیق کائنات قرار دیتا ہے۔جس کے کردار و گفتار پر اپنی مرضی کی مہر لگاتا ہے۔ اس کی تعریف میں اسے ''اللہ'' کے سوا سب کچھ کہنا جائز ہے۔حقیقتیں دو ہیں۔(۱) مورخانہ حقیقت۔(۲) شاعرانہ حقیقت۔مورخانہ حقیقت تو وہی ہے جو واقع ہو چکا۔شاعرانہ حقیقت میں وہ کہنا بھی جائز ہے جو ممکن الوقوع ہو۔

اوپر جو چھے حقائق بیان ہوئے ہیں ان کی روشنی میں مدح کے جتنے گوشے نکالے جائیں وہ مبالغہ نہیں ہے۔(مبالغہ یا غلو صرف اور صرف رسول اللہ کو اللہ کہنا ہے)۔

شاہ عبدالحق محدث دھلوی کا ایک شعر۔

لا یمکن الثنا کما کان حقہ

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ اب نعت گوئی کا دفتر بند کر دیا جائے۔ اپنے اپنے عرفان کے مطابق نعتیں کہی جائیں گی۔

اعلیٰ حضرت کا ایک شعر۔

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب

یعنی محبوب و محبّ میں نہیں میرا تیرا

شعور اعظمی کا ایک شعر۔

حضرت یوسفؑ کی عظمت کے ہیں قائل ہم مگر

وہ تھے محبوب زلیخا ، یہ ہیں محبوب خدا

اردو کا پہلا صاحب دیوان شاعر قلی قطب شاہ ہے۔ اس کے دیوان میں مختلف عنوانات کی نعتیں ہیں۔ اس زمانے کی زبان کو آج سمجھنا اور سمجھانا دشوار ہے تاہم جتنی سمجھ میں آتی ہے قابل توصیف ہے۔ جس طرح غزل گوئی پر نکھار آتا گیا اسی طرح نعت گوئی بھی نکھرتی گئی۔ نقش اول کو فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ جن لوگوں کو مثلاً ''مہتاب حیدر نقوی، علی گڑھ، دیباچہ معراج مودت'' کو یہ اعتراض ہے کہ نعتوں میں وہ ادبی خوبیاں نہیں ہیں جو دوسری اصناف میں ہیں۔ ان کے لیے محسن کاکوروی کا قصیدہ دنداں شکن جواب ہے۔

سمت کاشی سے چلا جانب متھرا بادل

یہ قصیدہ مرزا سودؔا کے مشہور قصیدے کی زمین میں ہے۔

اٹھ گیا بہمن ودے کا چمنستان سے عمل

سودا کے اس قصیدے میں ساری فضا ایرانی ہے۔ ساری تشبیہیں، سارے استعارے فارسی ادب کے ہیں

لیکن محسن کے اس قصیدے میں پوری فضا ہندوستانی ہے۔تشبیہیں اوراستعارے خالص مقامی ہیں۔اس کے باوجود تخیل کی جولانیاں پُر انگیز بھی۔اس لیےاردوادب کے لیے یہ قصیدہ فن پارہ ہی نہیں ادبی شہ پارہ بھی ہے۔

امؔیر مینائی کی نعتوں پر تبصرہ کرتے ہوئے بابائے اردو نے لکھا یہ نعتیں غزل کی ہئیت میں ہیں اورغزل خودکمتر درجے کی صنف سخن ہے اس لیے امؔیر مینائی کی نعتیں بے جان ہیں جبکہ حقیقت حال یہ ہے کہ رشید احمد صدیقی کے مطابق غزل آبروئے سخن ہے۔

تمام تر مخالفتوں کے باوجود غزل آسمان ادب کا روشن ترین ستارہ ہے۔اردوغزل کی تقلید میں ہندی،مراٹھی اوردیگر زبانوں میں بھی غزلیں کہی جاتی ہیں۔مولوی صاحب کا یہ کہنا کہ نعت میں زلف ورخسار کا کیا کام؟ بڑے منہ سے نکلی ہوئی ایک چھوٹی سی بات ہے۔ان کی بات ’کمر‘ کی حد تک صحیح ہے۔مگر نعتوں میں یہ لفظ دال میں نمک برابر بھی نہیں۔زلف،نگاہِ ناز،وجہ منیر یہ سب تصوف کی اصطلاحیں ہیں جن کے تعلق سے نعت میں منفی یا فحش رجحان نہیں پایا جاتا چونکہ ان الفاظ سے اگر رسولِ خدا کے سراپے کا ذکر کیا جائے تو اس میں عقیدت ومحبت کے جذبات سر تسلیم خم نظر آتے ہیں۔اس پر معترض نہیں ہونا چاہئے کیونکہ نعت گو کو صلہ نقادان ادب سے نہیں خدا ورسول سے لینا ہے۔

کتابیات

۱۔	اردو کی نعتیہ شاعری	فرمان فتح پوری
۲۔	اردو میں نعت گوئی	ڈاکٹر ریاض مجید
۳۔	نعت خیر المرسلین نمبر دیپاچہ العلم	اگست ۱۹۹۴ء
۴۔	حدائق بخشش (نعتیہ دیوان)	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان
۵۔	الملفوظ	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان
۶۔	حیات مولانا امام احمد رضا خاں بریلوی	پروفیسر محمد مسعود احمد
۷۔	دبستانِ نعت (شمارہ نمبر ۵،۶،۷)	ڈاکٹر سراج احمد قادری
۸۔	مولانا احمد رضا بریلوی کی نعتیہ شاعری	ڈاکٹر سراج احمد قادری
۹۔	شمائم النعت	ڈاکٹر سراج احمد قادری
۱۰۔	نعتیہ روایت کا عروج و ارتقاء	ڈاکٹر سراج احمد قادری
۱۱۔	محامد خاتم النبیین	امیرؔ مینائی
۱۲۔	سوانح اعلیٰ حضرت	مولانا بدرالدین احمد قادری
۱۳۔	شعور مدحت	ڈاکٹر شعور اعظمی

۱۴۔ حالؔی کی نعتیہ شاعری	ڈاکٹر سید تقی عابدی
۱۵۔ قطب مشتری	ملا وجہی
۱۶۔ اردو کی ابتدائی نشو ونما میں صوفیائے کرام کا کام	مولوی عبدالحق
۱۷۔ کدم راو پدم راو	فخر الدین نظامی
۱۸۔ پھول بن	ابنِ نشاطی
۱۹۔ حرف ادب	شجاعت علی سندیلوی
۲۰۔ تاریخِ ادب اردو	نورالحسن نقوی
۲۱۔ گل رعنا	حکیم عبدالحی
۲۲۔ چند ہم عصر	مولوی عبدالحق
۲۳۔ سیرت امیر احمد امیؔر مینائی	منشی ممتاز علی آہ
۲۴۔ بہار میں اردو کی نعتیہ شاعری ایک تنقیدی مطالعہ	ڈاکٹر فرحانہ شاہین
۲۵۔ دکن میں اردو	نصیرالدین ہاشمی
۲۶۔ سیف الملوک و بدیع الجمال	ملا غواصی
۲۷۔ تاریخ ادب اردو	نورالحسن نقوی

DEPARTMENT OF URDU

UNIVERSITY OF MUMBAI

Urdu Me Chand Aham Naatgo Sho'ara Ka Tanqeedi Jaizah

A project for the

M.A. Degree in Urdu

Submitted By

Shamsi Mohammed Hydar Md Fahim

Under the guidance of

Dr. Muzammil Sirkhot

Assistant Prof.

Dept. of Urdu, University of Mumbai,

Kalina, Santacruz (E), Mumbai- 400098

Academic Year 2021-22